ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور
پاکستان

بانی

شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول

مولانا عبید اللہ انور

امیر انجمن خدام الدین لاہور

مدیر اعلیٰ

مجاہد الحسینی

۲ شوال المکرم ۸۹ھ ۱۲ دسمبر ۶۹ء

احادیث الرسول

اوقات جن میں نماز پڑھنا ممنوع ہے

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتحری احدکم فیصلی عند طلوع الشمس ولا عند غروبہا وفی روایۃ قال اذا طلع حاجب الشمس فدعوا الصلوٰۃ حتی تبرز واذا غاب حاجب الشمس فدعوا الصلوٰۃ حتی تغیب ولا تحینوا بصلوتکم طلوع الشمس ولا غروبہا فانہا تطلع بین قرنی الشیطان متفق علیہ۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی شخص سورج نکلنے کے وقت اور سورج ڈوبنے کے وقت نماز پڑھنے کا ارادہ نہ کرے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب سورج کا کنارہ نکل آئے تو نماز کو چھوڑ دو۔ جب تک کہ وہ بالکل غروب نہ ہو جائے۔ اور آفتاب کے طلوع ہونے اور غروب ہونے کے وقت نماز کا ارادہ نہ کرو۔ اس لئے کہ آفتاب شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

وعن عمرو بن عبسۃ قال قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فقدمت المدینۃ فدخلت علیہ فقلت اخبرنی عن الصلوٰۃ فقال صل صلوٰۃ الصبح ثم اقصر عن الصلوٰۃ حین تطلع الشمس حتی ترتفع فانہا تطلع حین تطلع بین قرنی شیطان وحینئذ یسجد لہا الکفار ثم صل فان الصلوٰۃ مشہودۃ محضورۃ حتی یستقل الظل بالرمح ثم اقصر عن الصلوٰۃ فان حینئذ تسجر جہنم فاذا اقبل الفیئ فصل فان الصلوٰۃ مشہودۃ محضورۃ حتی تصلی العصر ثم اقصر عن الصلوٰۃ حتی تغرب الشمس فانہا تغرب بین قرنی شیطان وحینئذ یسجد لہا الکفار قال قلت یا نبی اللہ فالوضوء حدثنی عنہ قال ما منکم رجل یقرب وضوءہ فیمضمض ویستنشق فیستنثر الا خرت خطایا وجہہ وفیہ وخیاشیمہ ثم اذا غسل وجہہ کما امرہ اللہ الا خرت خطایا وجہہ من اطراف لحیتہ مع الماء ثم یغسل یدیہ الی المرفقین الا خرت خطایا یدیہ من انا ملہ مع الماء ثم یمسح راسہ الا خرت خطایا راسہ من اطراف شعرہ مع الماء ثم یغسل قدمیہ الی الکعبین الا خرت خطایا رجلیہ من انا ملہ مع الماء فان ہو قام فصلی فحمد اللہ واثنی علیہ ومجدہ بالذی ہو لہ اہل وفرغ قلبہ للہ الا انصرف من خطیئتہ کہیئتہ یوم ولدتہ امہ رواہ مسلم

حضرت عمرو ابن عبسہؓ کہتے ہیں کہ نبی صلعم مدینہ میں تشریف لاتے اور میں بھی مدینہ میں آیا اور حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، مجھ کو نمازوں کے وقت سے آگاہ فرماتیے۔ آپ نے فرمایا صبح کی نماز پڑھ اور پھر نماز سے رک جا جب تک کہ آفتاب طلوع ہو کر بلند نہ ہو جاتے۔ اس لئے کہ آفتاب شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اس وقت آفتاب کو کافر سجدہ کرتے ہیں۔ پھر نماز پڑھ (اشراق کی)، کہ اس وقت کی نماز مشہودہ ہے۔ یعنی اس وقت فرشتے حاضر ہوتے اور نمازی کی شہادت دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ سایہ نیزہ کے برابر ہو جاتے اور زمین پر اس کا سایہ نہ پڑے۔ پھر نماز سے رک جا۔ اس لئے کہ اس وقت لو کا ملتا ہے دوزخ کو پھر جب سایہ ڈھل جائے تو ظہر کی نماز پڑھ اس لئے کہ یہ وقت فرشتوں کی حاضری کا ہے۔ یہاں تک کہ تو عصر کی نماز پڑھ لے۔ پھر نماز سے رک جا، آفتاب غروب ہونے تک اس لئے کہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ڈوبتا ہے۔ اور اس وقت کافر لوگ اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ یا نبیؐ وضو کے متعلق آگاہ فرماتیے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو شخص وضو کا پانی لے کر کلی کرے۔ پھر ناک میں پانی دے کر اس کو جھاڑ دے تو اس کے چہرہ کے اُن حصوں کے گناہ دھل جاتے ہیں جو دونوں کلوں کے جانب ہیں۔ یعنی ڈاڑھی کے حصّوں کے گناہ، پھر جب وہ ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے گناہ انگلیوں تک دھل جاتے ہیں۔ پھر جب وہ سر کا مسح کرتا ہے تو پانی کے ساتھ سر کے گناہ دُھل جاتے ہیں۔ پھر جب پاؤں کو ٹخنوں تک دھوتا ہے تو پاؤں کے گناہ انگلیوں تک دھل جاتے ہیں۔ پھر جب وہ کھڑا ہو اور نماز پڑھے اور خدا کی تعریف و توصیف بیان کرے اور اس بزرگی کا اظہار کرے جس کا وہ اہل ہے اور اس کا دل خدا کی طرف متوجہ ہو تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنا ہے۔ (مسلم)

وعن عقبۃ بن عامر قال ثلث ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینہانا ان نصلی فیہن او نقبر فیہن موتانا حین تطلع الشمس بازغۃ حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظہیرۃ حتی تمیل الشمس وحین تضیف الشمس للغروب حتی تغرب رواہ مسلم

حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ تین وقتوں میں نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ وسلم ہم کو منع فرمایا کرتے تھے۔ اور انہیں وقتوں میں مردوں کو دفن کرنے (یعنی نماز جنازہ پڑھنے) سے منع فرماتے تھے۔ ایک تو آفتاب نکلنے کے وقت۔ دوسرے اس وقت کہ دوپہر کا سایہ قائم ہو یہاں تک کہ آفتاب کا سایہ ڈھل جائے اور تیسرے اس وقت جب کہ آفتاب غروب ہونے لگے۔ یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔

(مسلم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۲ر شوال المکرم ۱۳۸۹ء
۱۲ر دسمبر ۱۹۶۹ء

جلد ۱۵
شمارہ ۳۱

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

مدیر مسئول:
مولانا عبیداللہ انور مدظلہ

مدیر اعلیٰ:
مجاہد الحسینی

عید الفطر کے تقاضے

مفلوک الحال اور غریب انسانوں کو بھی عید منانے کے قابل بنایئے

دنیا کے تمام انسان اپنے اپنے مذاہب کے مطابق مختلف تقریبات منعقد کرتے ہیں، ہر قوم میں مذہبی رسومات منانے کا طریق کار جداگانہ رائج ہے۔ وہ خوشیوں اور مسرّتوں کی تقریبات میں لہو و لعب اور شراب نوشی کی انتہا کر دیتے ہیں۔ اور بسا اوقات قتل و غارت گری تک نوبت پہنچ جاتی ہے لیکن اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کے ہاں رنج و الم اور مسرت و شادمانی کے مختلف مراحل میں خداوند قدوس اور پیغمبر آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والصلوٰۃ کے احکام کی فرمانبرداری کو لازم قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مدینہ کو خوشیوں اور مسرّتوں کا یوم مناتے دیکھ کر ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دو دن عید کے لئے مقرر فرما دئے ہیں ایک عیدالفطر اور دوسرا عیدالاضحیٰ ——

ان "ایام" کو مسلمانوں کی عید اور مسرّت کے لئے مخصوص کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ملّتِ اسلامیہ کفّارِ مکّہ یا مشرکینِ عرب کی تقلید کرنے کی بجائے اپنی عید منانے کا انداز جداگانہ رکھیں اور اپنی اسلامی حیثیت کو منفرد قرار دیں۔

وہ اس طرح کہ اس روز نمازِ شکرانہ کے بعد پورا دن خداوندِ قدوس کی یاد میں گذارا جائے اور کوئی ایسا عمل اختیار نہ کیا جائے جو خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایت کے منافی ہو۔

ان ایام میں عیدالفطر آج خصوصیّت کے ساتھ ہمارے سامنے ہے۔ یہ تقریب سعید ایسے ماہِ مقدّس کے بعد منعقد ہو رہی ہے جس میں ہم نے خدا تعالیٰ کے احکام کے مطابق دن کو کھانے پینے سے احتراز کیا، اور راتوں کو قیام کر کے قرآن کریم کے احکام سنے ہیں، ایک مہینہ کی باقاعدہ تربیت کے بعد جو قوم مسرت و شادمانی کی تقریب منعقد کریگی ظاہر ہے کہ اس کا انداز دوسری قوموں سے بالکل مختلف ہونا چاہئے، اس کی ہر اداء خالقِ کائنات کی رضاء کے مطابق ہونی چاہئے لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ آج ہماری عیدوں کا رنگ ڈھنگ بھی غیرمسلموں کے طریقِ کار اور ان کے انداز اختیار کر رہا ہے اور تقلیدِ مغرب میں ہم یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ غیروں کے میلے ٹھیلوں اور ہماری عیدوں میں اب کوئی نمایاں فرق محسوس نہیں ہوتا۔

اسلامی تعلیمات تو یہ ہیں کہ ہر ذی حیثیت مسلمان اپنے مال و اسباب میں سے دوسرے غریب اور مفلوک الحال کو اتنا دے دے کہ وہ بھی عیدالفطر کی مسرّتوں اور خوشیوں میں شریک ہو سکے۔ اور اس کے افلاس زدہ چہرے پر بھی شادمانی کی رونق بکھر جائے۔ اور اگر تم اپنے مال و دولت میں سے عطیّات نہیں دیتے ہو تو کم از کم صدقۂ فطر ہی پوری طرح ادا کر دو تاکہ ملّتِ اسلامیہ کے وہ لاکھوں مفلوک الحال افراد جن کو بدن ڈھانپنے کا کپڑا اور کھانے کو روٹی کا خشک ٹکڑا بھی نصیب نہیں ہے اور جن کی زندگی فاقہ مستی اور تنگدستی کی وجہ سے تلخ ہو رہی ہے وہ اس صدقۂ فطر ہی کو اپنے مصرف میں لاکر عید کی تقریب سعید منانے کے لائق بن جائیں اور ان کے بال بچے امیروں کی اولاد کا زرق برق لباس دیکھ کر آزردہ خاطر نہ ہوں۔

سرمایہ دار طبقہ کی سرد مہری، غفلت اور خود غرضی کے باعث نوبت یہاں تک آگئی ہے کہ ہمارے ہاں زکوٰۃ و صدقات کا نظام بھی اپنے معیار پر نہیں رہ سکا ہے اور زکوٰۃ و صدقات میں بھی سیاسی مصلحتیں اور پارٹی پالٹیکس کارفرما ہو گیا ہے۔

اسی ماہِ رمضان المبارک میں بیشتر مدارس عربیہ کے غریب طلباء نے یہ شکایت کی ہے کہ بعض سرمایہ دار اور صنعت کار حضرات نے اس دفعہ یہ کہہ کر زکوٰۃ اور

صدقات دینے سے انکار کر دیا ہے
کہ تم چونکہ فلاں جماعت سے
تعلق رکھتے ہو اور اس کے ساتھ
ہمیں سیاسی اختلاف ہے اس لئے
تمہیں زکوٰۃ و صدقات نہیں دئے
جا سکتے ــــ گویا آج ہم نے
اسلام کے تقاضوں، عیدالفطر کے
احکام، ماہِ رمضان کی تعلیمات
اور تربیت کو یکسر نظر انداز کرکے
اور خود اسلام کی اتباع کرنے کی
بجائے اسلام کو اپنی اغراض اور
سیاسی مصلحتوں کے تابع بنا دیا ہے۔
اگر ــــ واقعی صورتِ حال یہی
رہی اور ہماری زندگی کا دھارا اسی
رُخ بہہ نکلا ـ تو پھر "اسلام"
ہمارا کہاں تک ساتھ دے سکے گا۔
کیونکہ اسلام انسان کے تابع نہیں
بلکہ متبوع بن کر آیا ہے۔ اور جن
لوگوں نے بھی اسلام کو اپنی خواہشات
اور مصلحتوں کا ہدف بنانے کی
کوشش کی ہے وہ خود مٹ
گئے لیکن اسلام کی عزت و عظمت
کو ہرگز کوئی گزند نہ پہنچا سکے۔
آج اگر چند صنعت کار اور
سرمایہ دار اپنی دولت کے نشہ میں
بدمست ہو کر مدارس عربیہ کے غریب
طالب علموں اور دوسرے مفلوک الحال
انسانوں کو اپنے دروازہ سے دھتکارتے
ہیں اور اسلام کے تقاضے پورے
کرنے کی بجائے انہیں اپنے ذاتی
تقاضے پورے کرنے پر مجبور کرتے
ہیں تو انہیں خداوند قدوس کے قہر و
غضب سے ڈرنا چاہئے ــــ جو ذاتِ
باری تعالےٰ انہیں دولت و سرمایے کی
فراوانی سے مالا مال کر سکتی ہے اس سے
محروم کر دینے کی قدرت بھی اسی کے
ہاتھ میں ہے۔ اور یہی وہ طریق کار
اور راستہ ہے جہاں سے لادینی تحریکیں
خواہ وہ اشتراکیت کی صورت میں ہوں
یا سوشلزم کی شکل میں نمودار ہوا
کرتی ہیں ان کے سامنے بند باندھنے
کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم اسلام
کے صحیح معاشی نظام کو رائج کریں
اور اپنی عیدوں، خوشیوں اور مسرتوں
کی تقریبات میں خداوند قدوس کے
فرمان کے مطابق مفلوک اور غریب
انسانوں کو فراموش نہ کریں اور اپنی
دولت و سرمایے کی تقسیم کو اپنی سیاسی
مصلحتوں اور ضرورتوں کے تابع کرنے
کی بجائے اسلامی تعلمات کے تابع
بنا دیں۔

یہی ایک صورت ایسی ہو سکتی
ہے کہ ہم اپنے ملک میں اسلامی
نظامِ معیشت رائج کرکے اپنے معاشرہ
کو غیر اسلامی تحریکات سے محفوظ و
مصئون رکھ سکتے ہیں۔

عید کا احترام ملحوظ رکھیئے!

غیر مسلموں کی خوشیوں اور مسرتوں
کی تقریبات میں شراب نوشی، بے حیائی
اور بدکرداری کے جو شرمناک مظاہرے
ہوتے ہیں محتاجِ تذکرہ نہیں۔ عورتوں
اور مردوں کا بے حجابانہ اور بے باکانہ
میل ملاپ آپس میں لڑائی جھگڑا،
ہاتھا پائی، گالی گلوچ کرنا، ایک دوسرے
پر کیچڑ اچھالنا، عورتوں پر آوازے
کسنا، چوری اور ڈکیتی یہ سب کچھ
تہذیبِ مغرب کی لعنتیں ہیں جو ہم
پر مسلّط ہیں اور ہماری اسلامی تہذیب
کو گھن کی طرح کھا رہی ہیں۔

ایک مسلمان قوم اور ملتِ اسلامیہ
کے فرد کی حیثیت سے ہم پر یہ
ذمّہ داری عائد ہوتی ہے کہ عیدالفطر
کی اسلامی تقریب کو نہایت عزت و
وقار اور اس کے شایانِ شان طریق
سے منائیں۔ اور کوئی ایسا طرزِ عمل
اختیار نہ کریں جو اسلامی احکام کے
خلاف ہو اور جس کے باعث اسلامی
تہذیب دنیا میں باعثِ تضحیک بنے۔

ہماری عید کی تقریب ــــ ایسی
باعظمت ہو کہ دنیا کی قومیں اس
سے درسِ نصیحت حاصل کریں ــــ اور
دوسرے روز عیدالفطر منانے کی تقریبات
کی خبریں اخبارات میں شائع ہوں تو
پوری دنیا یہ سن کر محوِ حیرت رہ
جائے کہ اہلِ اسلام نے کس عظمت
اور وقار کے ساتھ اپنا قومی دن منایا
ہے اور اس روز دنیا میں کوئی ایسا
واقعہ یا حادثہ رونما نہیں ہوا جو
اسلامی اور انسانی تہذیب و شرافت
کے شفاف چہرے کو داغدار کرنے
کا موجب بن سکتا ہو۔

ادارۂ خدام الدین ــــ پوری ملتِ
اسلامیہ کی عیدوں، مسرتوں اور خوشیوں
میں برابر کا شریک ہے اور عیدالفطر
کی تقریبِ سعید پر ملتِ اسلامیہ کی
خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہوئے
دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں
کو عیدالفطر کی تقریب باعظمت طریق
اور رضائے الٰہی کے مطابق منانے کی
توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

سانحۂ ارتحال

قارئین خدام الدین یہ خبر پڑھ کر
انتہائی افسوس کریں گے کہ ۲ر دسمبر ۱۹۶۹ء
کو شاعرِ اسلام حضرت مظفر گجراتی صاحب
اچانک حرکتِ قلب بند ہو جانے سے
انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔
مرحوم کی شخصیت کسی تعارف کی
محتاج نہیں۔ وہ بلند پایہ شاعر اور ادیب
تھے اور اپنے اثرانگیز کلام سے آخری
دم تک قوم کے مردہ جسم میں نئی رُوح
پھونکنے کی سعی کرتے رہے۔ صحابہ کرام
رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذاتِ مقدسہ
سے ان کو حقیقی عشق تھا۔ آپ کا
اکثر کلام ان ہی نفوسِ قدسیہ کی مدح و
منقبت میں خدام الدین میں بھی شائع
ہوتا رہا۔

آپ ادارہ تحفظ ناموس صحابہ کرامؓ
کے ناظمِ نشر و اشاعت بھی تھے۔ آپ نے
اپنی عمر کا اکثر حصہ دین و ملت اور
بزرگانِ دین کی خدمت میں گذارا۔ قریباً
ڈیڑھ سال تک آپ ادارۂ خدام الدین
میں نائب مدیر کی حیثیت سے بھی کام
کرتے رہے۔ حضرت لاہوریؒ اور حضرت
امیر شریعتؒ اور دیگر اکابرینِ دیوبند کے
بڑے معتقد تھے۔ حضرت لاہوریؒ اور حضرت
امیر شریعتؒ کا عالمِ بالا سے خطاب کے
عنوان سے بلند پایہ نظمیں خدام الدین کی
فائل میں یادگار رہیں گی۔ مرحوم کی ناگہانی
وفات سے زبردست قومی نقصان ہوا ہے
جس کی تلافی ممکن نہیں۔ ادارہ خدام الدین
اس صدمہ جانکاہ پر آپ کے پسماندگان
سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ اور
دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو
کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ اور
آپ کے احباب و اقارب کو صبرِ جمیل کی
توفیق بخشے۔ آمین!

(ادارہ)

عید الفطر اور ہمارے اخلاق و افعال

(ارشد رشیدی)

روسم رمضان کے بعد عید آتی ہے جس میں رمضان المبارک کے روزوں کو صبرو استقامت کے ساتھ پورا کرنے کی خوشی میں دو رکعت نماز بطور شکرانہ واجب ہے اور مسلمانوں کو حکم ہے کہ عبادت میں پورا اترنے کی خوشی میں اچھا کھاؤ، اچھا پہنو، خوشبو لگا کر باہر میدان میں نکل کر اس اللہ کی بڑائی بیان کرو جس نے تمہیں ایک مہینہ صبر و شکر کے ساتھ روزہ رکھنے کی توفیق دی۔ اور اگر مالدار ہو تو اللہ کی راہ میں خیرات بھی کرو۔ روزہ ایک ایسی عبادت تھی جس کا علم یا روزہ رکھنے والے کو تھا اور یا پھر اس کو جس کے لئے روزہ رکھا گیا۔ مگر روزوں کے اختتام پر ایک ایسی عبادت مقرر کی گئی جو اکیلے ادا ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کے لئے اجتماع و اتحاد کو لازمی قرار دیا گیا۔ حکم یہ ہے کہ سب مل کر اللہ کی حمد و ثنا کرو۔ روزہ میں صبر و ضبط کا مظاہرہ تھا تو یہاں نظم و ضبط کی شان پیدا کی گئی۔ اسلام کے دوسرے احکام کی طرح اس خوشی کے دن بھی اللہ ہی کی یاد ہے، اللہ ہی کی بڑائی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ مگر مسلمان خیال کرتے ہیں کہ روزوں میں جتنی پابندی کی تھی (اور اس پابندی کا حال بھی معلوم ہو چکا) آج اتنی آزادی برتو۔ چوبیس گھنٹے فلمیں چلتی ہیں۔ ٹکٹ حاصل کرنے کے لئے لمبی لمبی قطاریں لگتی ہیں۔ لہو و لعب کے پروگرام بنتے ہیں۔ جنہوں نے سارا سال سینما نہ دیکھنے کا روزہ رکھا تھا۔ آج ان کی بھی افطاری ہے اور خراماں خراماں پکچر دیکھنے جا رہے ہیں۔ بچے کی ماں کہتی ہے کہ جانے دو بچے کو بالکل ہی مولوی بنا دیا۔ برس کے بعد تو دن آیا ہے، آج بھی خوشی نہیں کرنے دو گے۔ باپ سوچتا ہے کہ ٹھیک تو کہتی ہے اور خاموش ہو جاتا ہے۔

والدہ پیار اور چاؤ سے بیٹے کو پیسے دیتی ہے اور ہونہار بیٹا اچھلتا کودتا سینما میں جا پہنچتا ہے۔ ریڈیو پر فلمی گانوں اور فحش گیتوں کی بھرمار ہوتی ہے۔ گلی کوچوں میں تماشے اور میلے لگتے ہیں۔ یہ اس قوم کی خوشی کا دن ہے جس نے ایک ماہ تک اطاعت خداوندی کا سبق سیکھا ہے اور وہ قوم مسرّت میں اگلے پچھلے تمام نیک افعال کو عید کی بھینٹ چڑھا رہی ہے جس کو خدا نے سب سے بہتر امّت کہہ کر پکارا ہے۔

●

عید پر ایک رواج عیدکارڈوں کا چل پڑا ہے۔ خیر یہاں تک تو خیریت تھی کہ خط لکھنے کی بجائے اعزّہ و احباب کو مطبوعہ عید مبارک بھیج دی۔ مگر اس کو مسلمانوں کی عید یا اسلام کے مزاج کے ساتھ کیا مطابقت ہے کہ کارڈ وہ پسند کئے جاتے ہیں جن پر نیم عریاں نوجوان مرد عورت کی فوٹو ہو، مردانہ اور نسوانی ہاتھ مصافحہ کر رہے ہوں، جنسی شہوانی اشعار ہوں، آیا یہ کوئی ہندوؤں کا تہوار یا نصاریٰ کی کرسمس ہے کہ جو چاہو کرو مادر پدر آزادی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی ہو گذرے ہیں۔ بڑے بڑے صحابہؓ کی زیارت کی، اور ایسے زمانہ میں تھے جب کہ قدم قدم پر علماء، صلحاء موجود تھے۔ محدثین اور آئمہ کے گروہ تھے۔ ایک دن کسی نے سوال کیا۔ حضرت! صحابہؓ کیسے تھے؟ فرمایا کہ اگر تم ان کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ تو دیوانے ہیں اور اگر وہ تمہیں دیکھیں تو کہیں کہ ان کو اسلام سے دُور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ ذرا غور فرمائیے کہ حسن بصریؒ اس زمانہ میں یہ بات کہہ رہے ہیں جس میں صحابہؓ کی زیارت کرنے والے لاتعداد لوگ موجود تھے۔ اگر حسن بصریؒ آج ہمارے اعمال و افعالِ بد کو دیکھتے تو نہ جانے ان کا کیا تاثر ہوتا۔ مسلمان فوج بیت المقدس میں داخل ہو رہی ہے۔ عیسائیوں نے نوجوان عورتوں کو حکم دیا کہ تم بناؤ سنگھار کر کے اپنے حسن و جمال کی نمائش کرو، یہ خانہ بدوش لوگ تمہارے حسن کی تاب نہ لا سکیں گے۔ اور تمہارے غمزہ و ادائیں ان کو شکار کر لیں گی۔ مسلمان سپہ سالار کو معلوم ہوا تو انہوں نے فوج کو حکم دیا کہ شہر میں داخلہ کے وقت نگاہیں نیچی رکھنا۔ مبادا کسی غیر محرم عورت پر نظر پڑ جائے۔ کیا مجال کسی مردِ مومن کی آنکھ نے خیانت کی ہو اور اپنے سالار کے حکم سے سرتابی دکھائی ہو۔ اور آج اُسی امت کے افراد اس وقت تک کسی چیز کو استعمال نہیں کرتے جب تک اس پر عورت کا خوبصورت فوٹو نہ ہو۔ کون سا اشتہار ہے جس پر عورت کی تصویر نہیں اور کون سا مقام ہے جہاں حوّا کی بیٹی کی نمائش نہیں۔ اور یہ اس امت کا حشر ہے جس کے نبی نے دشمن کی بیٹی کے چہرے کو اپنی چادر سے ڈھانپ دیا تھا اور فرمایا تھا بیٹی بیٹی ہے چاہے کافر کی ہو۔

●

اسلام کا فلسفہ حیات یہ ہے کہ غم ہو یا خوشی، صلح ہو یا جنگ، عید ہو یا شب برات یہ نہ بھولو کہ تم کون ہو۔ تمہیں گمراہ دنیا کی ہدایت و رہنمائی کا مقدّس فریضہ سونپا گیا ہے۔ تم دنیا میں نیکی کا حکم کرنے اور برائیوں سے منع کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو۔

نمازِ عید الفطر

۹ بجے صبح بیرون کشمیری دروازہ اور مستی گیٹ کے درمیانی باغ میں ادا کی جائے گی۔ نماز عید قطب العالم شیخ التفسیر حضرت مولانا **احمد علی** قدس سرہٗ کے جانشین حضرت مولانا **عبید اللہ انور** پڑھائیں گے۔ مسلمانانِ لاہور وقت کا خاص خیال رکھیں اور نماز میں جوق درجوق شریک ہو کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔ لاؤڈ سپیکر اور مستورات کے لئے پردہ کا باقاعدہ انتظام ہوگا۔ بارش کی صورت میں نمازِ عید مسجد شیرانوالہ میں پڑھائی جائے گی۔

(ناظم انجمن خدام الدین)

فتح مکّہ کا دن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ فاتحانہ مکّہ مکرمہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ اور اس شہر میں داخلہ ہو رہا ہے جہاں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تھا اور مسلمان گھر بار چھوڑ کر غربت اور ہجرت کی زندگی اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے تھے آج ان ہی لوگوں پر غلبہ پاکر اپنے شہر میں داخل ہو رہے تھے شاہانہ شوکت سے؟ طمطراق سے؟ نہیں عاجزی سے اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے، استغفار پڑھتے ہوئے۔ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار تھے ساتھ آزاد کردہ غلام زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن جھکی ہوئی تھی اور سورت فتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔ یہ تو خوشی کا موقعہ تھا۔ آئیے اب غم کا موقعہ ملاحظہ کریں۔ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم سلام اللہ علیہ دودھ پیتے میں گذر گئے تھے۔ جب انہیں قبر میں رکھا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا:-

"آنکھوں میں نم ہے، دل میں غم ہے، پھر بھی ہم وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے پروردگار کو پسندیدہ ہے۔ ابراہیم! ہم کو تیری وجہ سے رنج ہوا۔"

نئی پود کی اخلاقی پستی

مکرمی! ہماری نئی نسل جس تیزی سے اخلاقی پستی، ذہنی آوارگی اور مغرب پرستی کا شکار ہو کر علماء امت سے بیگانہ، مذہب سے برگشتہ، اخلاقی و روحانی اقدار سے ناآشنا، قومی تہذیب سے متنفر اور اپنے اسلاف کی تاریخ تک سے بے خبر ہوتی جا رہی ہے۔ اور بالخصوص ہمارے نوجوان طبقہ میں جس سرعت سے مذہبؑ ملت سے نفرت و بغاوت کے آثار و جذبات جنم لے رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ صورتِ حال ایک قومی المیہ ہے۔ اور اس کی تمام تر ذمہ داری تعلیمی اداروں میں اخلاقی تربیت کے فقدان، دینی تعلیم کے غیر مؤثر انتظام، مخرب اخلاق لٹریچر اور عریاں تصاویر کے منظم کاروبار، فحش فلموں کے حیا سوز مناظر، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے دینی و قومی تقاضوں کے منافی پروگراموں کی ترتیب، مخلوط تعلیمی اداروں کی کثرت، مغربی تہذیب کی اندھی تقلید، فیشن پرستی کے جنون، والدین کی غلط تربیت، اربابِ اقتدار کی بے توجہی اور ہمارے ناقص نظام تعلیم پر عائد ہوتی ہے۔ مزید برآں شراب خانوں، قمار خانوں، ریس کلبوں اور نائٹ کلبوں کی بہتات، ٹیڈی ازم کی وباء، تعلیمی اداروں میں ثقافت کے نام پر رقص و سرود اور ناچ رنگ کی محفلوں کا انعقاد، طلباء و طالبات کا قابل اعتراض مشترکہ پروگرام وغیرہ — یہ ہیں وہ بنیادی اسباب و عوامل جو نئی نسل کے اخلاق تباہ کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں نیز غیر ملکی مشنری ادارے بھی غیر اسلامی نظریات اور فحاشی و عریانی اور بے حیائی پھیلانے میں پوری سرگرمی سے کام کر رہے ہیں۔ علمائے کرام کے باہمی اختلافات اور لیڈرانِ قوم کی حصول اقتدار کی جنگ اور اخبارات میں غیر اخلاقی مضامین کی بھرمار اور بڑے بڑے روزناموں کی طرف سے ہفتہ وار فلمی ایڈیشنوں کی اشاعت جلتی پر تیل کا کام کر رہی ہے۔ یہ حالات و واقعات پوری قوم کے لئے ایک چیلنج ہے۔ ان نازک حالات میں علماء کرام، سیاسی رہنماؤں، سماجی کارکنوں اور حکام اور عوام کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے اپنے کردار کا جائزہ لینا چاہئے۔ نئی نسل کی اخلاقی تربیت اور اصلاح معاشرہ کے لئے ملکی سطح پر منظم و مشترکہ مہم کا فوری آغاز کرنا چاہئے۔

قاری محمد شریف قصوری جنرل سیکرٹری
مرکزی جمعیۃ اتحاد القراء پاکستان لاہور

ہو مبارک روزہ دارو! آج کے دن عید ہے

(حافظ نور محمد انور)

اے ہلالِ عید اے وجہِ مسرّت کے نشاں
ہو گئے ہیں تیری طلعت سے مسلماں شادماں
دیکھ کر تجھ کو جہاں میں گونج اٹھی ہے صدا
ہو مبارک روزہ دارو! یہ نویدِ جانفزا

تُو نویدِ جانفزا کا اک حقیقی ہے پیام
ہو رہا ہے صائموں پر ذاتِ حق کا لطفِ عام
دیکھ کر تجھ کو مسلماں اے ہلالِ عید آج
جاتے ہیں صائم ادا کرنے نمازِ عید آج

بالیقیں حاصل تجھے اب ذاتِ حق کی دید ہے
ہو مبارک روزہ دارو! آج کے دن عید ہے
حرمتِ رمضان کا جس نے نہ کچھ رکھا خیال
ہے یقیناً آج اس کے واسطے روزِ ملال

کیوں نہ انورؔ شادماں ہوں آج کے دن روزہ دار
جبکہ راضی ہو گیا ہے آج ان پہ کردگار!

حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ کیلئے دعائے صحت

مدرسہ خیر المدارس ملتان کے مہتمم حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری مدظلہ درد گردہ کی تکلیف کے باعث ایک عرصہ سے صاحب فراش ہیں۔ گذشتہ چند ماہ میں گردہ میں پتھری کے باعث دو اپریشن ہو چکے ہیں۔ اس اثناء میں میو ہسپتال لاہور میں بھی زیر علاج رہے۔ گذشتہ دنوں ڈاکٹر رشید احمد قریشی ملتان نے گردے کا کامیاب اپریشن کیا ہے۔

قارئین خدام الدین اور حضرت کے متوسلین کی خدمت میں خصوصی درخواست ہے کہ وہ حضورِ قلب کے ساتھ حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ کے لئے مخلصانہ دعا کریں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو جلد شفاء کاملہ عطا فرمائے اور آپ کا سایہ ہم پر تا دیر سلامت رکھے۔ آمین!

(ادارہ)

عید الفطر اور عید اضحیٰ اجتماعیت کبریٰ

خوش قسمت ہے وہ قوم جسے ایسے تہوار دیئے جائیں!

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دار العلوم دیوبند

بہرحال اسلامی تہوار نفسیاتی یا قومیتی یا شخصیاتی تصورات کے آئینہ دار نہیں بلکہ اجتماعیتِ عامہ حامل ہیں اور یہ اجتماعیتِ عامہ جبکہ وطن قوم، نسل، شخصیت کے تصور سے نہیں بن سکتی تھی بلکہ ان سب سے بالاتر ما فوق ذات سے وابستگی سے ہی بن سکتی تھی جس کا نام پاک اللہ رب العزت تو ان تہواروں کی روح اسی کا نام اور اسی کی عظمت مطلقہ قرار دی گئی ہے!

دنیا کی ہر قوم تہوار رکھتی ہے اور اپنی امکانی حد تک اُسے شاندار طریقے سے مناتی ہے۔ پارسیوں میں نوروز اور مہرجان کی عیدیں ہیں۔ عیسائیوں میں کرسمس اور بڑے دن وغیرہ کے نام سے عید ہے۔ ہندوؤں میں ہولی، دیوالی وغیرہ وغیرہ سینکڑوں تہوار اور آئے دن کے میلے ٹھیلے ہیں:۔

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے عیدین (عید الفطر اور عید قربان) کے تہوار عطا فرمائے۔ فرق یہ ہے کہ اقوامِ عالم میں عید اور تہوار کے معنی رنگ رلیاں منانے یا اپنی قومیت کے مستحکم کرنے یا کسی مقتدر کی شخصیت کی یاد تازہ کرنے کے ہیں۔ اسلام میں عید اور تہوار کے معنی اجتماعی طور پر خدا کی یاد کرنے، اس کی طرف رجوع کرنے اس کا قرب حاصل کرنے اور اُس کے نام پر غریبوں کی مدد کرنے کے ہیں تاکہ اجتماعیتِ عامہ کا ظہور عادت اور عبادت دونوں میں ہو جائے۔ پس اگر مذاہب کے ناموں کے سلسلہ میں ہر مذہب کا نام اس کی نوعیت پر روشنی ڈالتا ہے ہندو مت کے لفظ سے وطنیت پر روشنی پڑتی ہے۔ عیسائیت کے لفظ سے ایک ہادیٔ اعظم کی شخصیت سامنے آتی ہے۔ یہودیت کے لفظ سے ایک قومیت کا تصور بندھتا ہے۔ پارسیت سے ایک مُلک کا دھیان دلوں میں جمتا ہے۔ جس کا حاصل حدبندی اور محدودیت ہے۔ تو اسلام کے لفظ سے نہ وطن سامنے آتا ہے، نہ مُلک، نہ قوم نہ شخصیت بلکہ اطاعتِ حق میں فنائیت اور مالکُ الملک میں محویت کے جذبات کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو اس کی طرف صاف اشارہ ہے کہ دُنیا کے مذاہب نسل و قوم وطن اور شخصیت پرستی کی حد سے آگے نہیں بڑھ سکے ہیں لیکن اسلام نے اپنے سادہ عنوان ہی سے ان تمام حد بندیوں کو توڑ کر ایک عالمگیر تصور سامنے رکھا اور وہ اطاعتِ حق ہے، لامحدود اور وسیع ہے۔ اس لیے اس کی اطاعت کا دم بھرنے والی قوم بھی اپنے کو مسلم کہہ کر عبادت گزار بن کر اور عبادتِ غیر سے منقطع ہو کر گویا اعلان کرتی ہے کہ وہ ایسی ذات سے تعلق رکھتی ہے جو وسیع سے وسیع تر ہے اور دنیا کی پوری زمین اور اس کے سارے رقبے اور رقبوں پر بسنے والی قومیں اپنی حدبندیوں سے اس کی لامحدود وسعتوں میں خلل انداز نہیں ہو سکتیں۔ ٹھیک اسی طرح تہواروں اور عیدوں کے سلسلہ میں اپنے تہواروں سے ہر قوم اگر یہ اعلان کرتی ہے کہ رنگ رلیوں میں منہمک ہو کر اپنی نفسیات کی پابند ہے یا کسی بڑی شخصیت کی میلاد منا کر وہ صرف اس عظمت کو نمایاں کرنا چاہتی ہے جو اس کے دل میں اُس شخصیت کے متعلق موجزن ہے، گویا وہ اپنی شخصی عقیدت کی پابند ہے یا کسی وطن اور قوم کا نام اونچا کر کے اپنے کو اس کا اسیر یا پابند دکھانا چاہتی ہے تو مُسلم قوم عیدوں کے تہواروں میں خدا تعالیٰ کی جناب میں دوگانہ ادا کر کے اور ذاتِ الٰہی کے نام پہ قربانی دے کر حاجت مندوں پر فطرہ کا صدقہ اور قربانی کا صدقہ بانٹ کر گویا یہ بتلانا چاہتی ہے کہ ایک طرف تو وہ خدائی نام لیوا ہے اور اس کی عظمتوں کو دُنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتی ہے اور دوسری طرف دنیا کے مفلوک الحال انسانوں کو اسی خوشی کے موقع پہ صدقہ اور خیرات دے کر یہ بتانا چاہتی ہے کہ وہ ایک عوامی عالمی قوم ہے۔ جس کو نہ قبیلے تقسیم کر سکتے ہیں نہ ملکوں کی حد بندیاں بانٹ سکتی ہیں۔ نہ شخصیتوں کی عقیدت مندیاں اسے دوسری شخصیتوں کی عظمت و عقیدت سے روک سکتی ہیں اور یہی وہ اجتماعیتِ کبریٰ ہے جسے لے کر اسلام دُنیا میں آیا ہے اور جس کا اعلان اس نے اپنے نام اور اپنے کام سے قدم قدم پر کیا ہے۔

بہرحال اِسلامی تہوار نفسیاتی یا قومیتی یا شخصیاتی تصورات کے آئینہ دار نہیں بلکہ اجتماعیتِ عامہ کے حامل ہیں اور یہ اجتماعیتِ عامہ جب کہ قوم، وطن، نسل، شخصیت کے تصور سے نہیں بن سکتی تھی بلکہ ان سب سے بالاتر اور ما فوق ذات سے وابستگی سے ہی بن سکتی تھی جس کا نام پاک اللہ رب العزت ہے۔ تو ان تہواروں کی رُوح اسی کا نام اور اُسی کی عظمت مطلقہ قرار دی گئی ہے چنانچہ عید کی نماز کے لیے جب مسلمان چلتے ہیں تو رنگ چھینکتے ہوئے یا کسی شخصیت یا قومیت کے نعرے لگاتے اور جے کار کرتے ہوئے نہیں چلتے۔ بلکہ **اللّٰہُ اکبر اللّٰہُ اکبر، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ** پڑھتے ہوئے چلتے ہیں۔ عید الفطر میں آہستہ آہستہ اور عید قربان میں بآوازِ بلند۔ تہوار کے لیے روانگی ہوتی ہے تو کبریائے الٰہی عظمت خداوندی اور توحیدِ حق کے اعلان کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس میں نہ شور ہے نہ شر، نہ ہنگامہ آرائی ہے۔ نہ میلوں، ٹھیلوں کی شان ہے۔ بلکہ قدوسیوں، صبوحیوں اور مقدس ملائکہ کی صفوں کی طرح تسبیح الٰہی اور تقدیس ربانی کہتے ہوئے روانہ ہوتے ہیں۔ عید گاہ میں پہنچ کر بھی تسبیح و تہلیل جاری رہتی ہے۔ اس کے بعد امام آگے بڑھتا ہے، اس کے تکبیر تحریمہ کہتے ہی مکبر تکبیروں کی آوازیں بلند کرتے ہیں تلاوتِ قرآن پاک ہوتی ہے سب مقتدی سکون و خشوع کے ساتھ اُسے سُننے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ رکوع و سجود سے اپنے مالکِ حقیقی کے سامنے بندگی کا ثبوت دیتے ہیں اور آخرکار سلام پھیر کر تکبیرات کی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں۔

نماز سے فارغ ہوتے ہی امام خطیب کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اور منبر پر کھڑے ہو کر وعظ و نصیحت اور احکام خداوندی سناتا ہے جس کو تمام مقتدی سماع عظمت و قبول سے سنتے ہیں اس عبادت سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں۔ اسی خوشی کے موقع پر جبکہ ہر طرف چہل پہل اور روحانی مسرتوں کا دلوں پر ہجوم ہوتا ہے ممکن تھا کہ اس میں کسی نفسانی تفریح یا دنیا داری کے جذبات کی آمیزش ہو جائے تو ان تہوار منانے والوں کے لیے مسنون کیا گیا کہ قبرستانوں میں جا کر اپنے مردہ بھائیوں کی ارواح سے ملاقات کریں ان کو ثواب پہنچائیں، اُن سے قریب ہوں تاکہ اُن کو آخرت کے گھرانے دیکھ کر خود بخود اپنی آخرت کی یاد تازہ ہو جائے اور دنیا میں اس خوشی کے موقع پر ادھر سے دھیان نہ ہٹ جائے۔

دوسرے لفظوں میں تبلانا یہ ہے کہ مسلمان جس اجتماعیت کے جذبے کو لے کر اٹھتا ہے اس کا دائرہ صرف اس دُنیا تک محدود نہیں بلکہ عالم برزخ کے اربوں کھربوں انسان بھی اس کی اجتماعیت کے ممبر ہیں اور ان سے قطع نظر نہیں کر سکتا گویا اس نے ایک ایسی اجتماعیت کی بنیا ڈالی ہے جو دنیا سے گزر کر عالم برزخ اور برزخ سے گزر کر عالم حشر تک جا پہنچی ہے۔جس میں دنیا کے کسی ایک قرن کے انسان ہی نہ ہوں گے۔ بلکہ آدم کی ساری اولاد اور اوّل و آخر کی ساری شخصیتیں مجتمع ہوں گی۔

پس جو لوگ مسلمانوں سے سُن کر اجتماعیّت کا نام لیتے ہیں وہ زیادہ سے زیادہ عالمی اجتماعیت کا دم بھریں گے اور وہ بھی صرف اپنے زمانہ کے ملکوں اور قوموں سے کوئی سیاسی رابطہ قائم کر لیں گے لیکن حقیقتاً جو قوم اجتماعیّت کے لیے ہی دُنیا پر برپا کی گئی ہے۔ وہ عید کے وظائف کی رُو سے گویا اس اجتماعیت کو بھی ایک غیر محدود اجتماعیت ظاہر کرتی ہے اور اس کا رابطہ اجتماعی دنیا سے گزر کر برزخ کے اُن تمام پاک باز انسانوں سے قائم ہوتا ہے جو ایمان کے ساتھ اس عالم سے گزر کر اس عالم میں پہنچ چکے ہیں اور گویا وہ محض دنیا والے بھائی بھائی کا نعرہ لگاتے ہیں۔ بلکہ دنیا و آخرت والے بھائی بھائی کا نعرہ لگاتے ہیں۔ مگر اس مادی اجتماعیّت کی حقیقی روح جس سے یہ عالمگیر ہی نہیں، عوام گیر اجتماعیّت بن جاتی ہے۔ خدا کا نام ہے کہ اس سے زیادہ واسع اور وسیع کوئی نہیں اس لیے عید کے لیے جیسے اس دنیا میں ایمان کی قید ہے ایسے ہی آخرت کے باشندوں کی ملاقات کے لیے بھی وہی ایمان کی شرط ہے اور ایمان کے معنی بجز اس کے دوسرے نہیں کہ اللہ ربّ العزت کی ذات و صفات، افعال اور امر و نواہی اور اس کے قوانین کو مانا جائے کہ اِس کے بغیر یہ وسعت و اجتماعیت قائم ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس سے زیادہ وسیع رشتہ اور معیار ہی دوسرا نہیں۔اس لیے عید تہوار تو ہے مگر محض لفظ تہوار کی وجہ سے اسے دنیا کے عام تہواروں کی نظر سے نہ دیکھا جائے کہ اس کی غیر معمولی وسعتیں ان دوسرے ظرفوں میں کسی طرح نہیں سما سکتیں۔

پس خوش قسمت ہے وہ قوم جسے ایسے تہوار دیئے جائیں اور خوش نصیب ہیں وہ افراد جو ان تہواروں میں ان کی شرعی حدود و شرائط کے مطابق شرکت کریں۔ تہوار عید بندگیٔ حق اور خدمتِ خلق ہے نہ کہ محض نیا اور فاخرہ لباس عطر و خوشبو اور شیریں چیزیں کھا پی لینا۔ اسی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

العید لمن خاف الوعید لا لمن لبس الجدید (الحدیث)

"یہ عید اس کی ہے جو خدا سے ڈرا اور (اس کی طرف جھکا) نہ کہ اس کی جس نے نئے اور عمدہ کپڑے پہن لیے۔"

پس عید کا حاصل ذکر الٰہی، عبادت ربانی، خدمت خلق اللہ، روحِ اجتماعیات، دُنیا میں رہ کر آخرت کو نہ بھُولنا اور زندوں کے ساتھ ہی اموات سے بھی رشتہ جوڑے رکھنا اور ان میں سے ہر چیز کی رُوح اور معیار ایمان کو قرار دینا نہ کہ ظاہر داری اور دنیا سازی، تاکہ خلق اللہ کے ساتھ اللہ سے وابستگی اصل اصول ثابت ہوتی رہے ساتھ ہی یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ عبادتیں دو طرح کی ہیں۔ ایک فعلی اور ایک ترکی، نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ فعلی ہیں جس میں کچھ افعال ادا کرنے پڑتے ہیں۔ ترکی عبادت روزہ ہے جس میں ترک اکل، ترکِ شرب اور ترک لذات ہوتا ہے ظاہر ہے کہ پورے ایک ماہ تک محبّت حق میں دُنیا کے اس معظم حصّے کو ترک کیے رہنا کوئی معمولی مجاہدہ نہیں بلکہ نفس کی ایک عظیم قربانی ہے۔ جسے بغیر مددِ خداوندی پورا نہیں کیا جا سکتا۔ ماہ رمضان المبارک میں دن بھر اس مجاہدے سے نفس کو مانجھ کر اس میں صفائی پیدا کی جاتی ہے لیکن کسی ظرف میں محض صفائی آ جانے سے اور میل کچیل دور ہو جانے سے کافی نہیں جب تک کہ اس میں آب نہ آ جائے۔ اور وہ چمک نہ اٹھے۔ ایک قلعی گر بھی برتن کو اول رگڑتا اور مانجھتا ہے۔اینٹ پتھر سے برتن کو رگڑ کر اپنے پیروں تک سے اسے پامال کرتا ہے تاکہ برتن کا میل صاف اور زنگ دُور ہو جائے لیکن محض صفائی کے لیے برتن قلعی گر کے یہاں نہیں بھیجا جاتا بلکہ اصل مقصد اس کی آراستگی اور جگمگاہٹ ہوتی ہے چنانچہ قلعی گر بھی اس صفائی پر قناعت نہیں کرتا بلکہ اس صاف برتن کو آنچ دیتا ہے اور تپا کر جب صاف شدہ برتن پر قلعی پھیرتا ہے تو اُسی دم برتن چاندی کی طرح چمک اٹھتا ہے اور قلعی گر کے پاس برتن کو بھیجنے کا مقصد اب آ کر پُورا ہوتا ہے

ٹھیک اسی طرح ظرف قلب کو صاف کرنے کے لیے رمضان المبارک کے روزے رکھے گئے ہیں۔ تاکہ نفس کی محبوبات اس سے چھڑوا کر اسے رگڑ دیا جائے اور غیر اللہ کی محبّت و الفت کی اُن آلائشوں سے اسے صاف کیا جائے پس روزے کے یہ ترک نفس کے لیے وہی کام کرتے ہیں جو برتن مانجھنے کے لیے اینٹ پتھر اور مٹی کام کرتی ہے، دن بھر جب کہ نفس کی رگڑائی ہوئی، اُس کا دانہ پانی بند کر کے اس کی نفسانی لذات کے دروازے بند کر دیئے گئے اور اس عمل سے اس کی روحانی آلائشوں کا میل کچیل نکال دیا گیا تو شب کو اس پر قلعی کا سامان تراویح اور تلاوت قرآن سے کیا جاتا ہے تاکہ دن بھر کے تپائے ہوئے نفس پر کلام خداوندی کی قلعی سے آب اور چمک پیدا کر دی جائے اور اس کی رُوح نورِ الٰہی سے جگمگا اٹھے۔ یہ تیس کے تیس دن کی، دِن بھر کی کمائی

(باقی ص۱۰ پر)

عید اور تہوار میں فرق

حضرت مولانا
سید محمد میاں
صاحب دہلوی

• اِنسانی فطرت کا تقاضا • اسلامی تعلیمات • آداب مستحبات

لفظ عید اور اس کی حقیقت

عید عربی لفظ ہے ہم اس کو نام کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ یعنی جیسے ہولی دیوالی ایک تیوہار مانا جاتا ہے شب برات اور محرم کو تیوہار کہا جاتا ہے ایسے عید اور بقر عید بھی دو تیوہاروں کے نام ہی سمجھے جاتے ہیں مگر اپنی اصل حقیقت کے لحاظ سے "عید" کے یہ معنی نہیں ہیں۔

عید۔ عوَد۔ عوُد۔ عیادت ان سب الفاظ کا ماخذ ایک ہی ہے۔ اور بار بار ہونے کا مفہوم اس ماخذ یعنی 'عود' کا بنیادی لفظ اور مرکزی مفہوم ہے اس بنا پر ہر دن عید ہے کیونکہ وہ بار بار آتا رہتا ہے اور نہ دن بلکہ ہر ایک رات بلکہ ہر ایک شب کو بھی عید کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کا چکّر بھی برابر چلتا رہتا ہے اور وہ بھی یکے بعد دیگرے مسلسل آتی رہتی ہے لیکن محاورہ اور عرف عام نے یہاں کچھ حدیں قائم دیں "ع ی د" کے اس لفظی "قالب" میں "مسرت اور خوشی" کی روح پھونکی گئی۔ کامیابی اور بامرادی کا ہار اس کے گلے میں ڈالا گیا اور اجتماعی زندگی کا تاج اس کے سر پر رکھا گیا یعنی عید اس پر مسرت اور بامرادوں کو کہا جانے لگا جو اجتماعی اور قومی زندگی کی تاریخ میں کبھی کامیابی اور کامرانی کا مالک ہو اور اس کی یاد بار بار دلا کر جسم ملّت کی سوکھی رگوں میں مسرت کی امنگ اور خوشی کی تازگی پیدا کرتا رہتا ہے۔

لفظ اور معنے کے تجزیہ اور تحلیل کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ لفظ "عید" اپنے ماخذ کے لحاظ سے کچھ ہی معنے رکھتا ہو مگر محاورہ اور عرف عام میں وہ ہندی لفظ۔ "تیوہار" ہی کا مفہوم ادا کرتا ہے۔

عید اور تیوہار میں فرق

جہاں تک عربی لغت کا تعلق ہے عید اور تیوہار ایک ہی مفہوم کے دو نام ہیں یعنی جس کو تیوہار کہا جاتا ہے اسی کو عید بھی کہا جائے گا اور حقیقت یہ ہے کہ عرب کے قومی مذاق نے بھی عید اور تیوہار میں کوئی خاص فرق نہیں کیا تھا۔ بقول حضرت سیّدنا شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی رح جس طرح ایران کے عجمی" دو تیوہار نوروز اور مہرجان" منایا کرتے تھے مدینہ منوّرہ کے عرب بھی ان دونوں تیوہاروں کے عادی ہو چکے تھے۔ ایرانی ان دونوں تیوہاروں کے لیے فارسی الفاظ نوروز اور مہرجان استعمال کیا کرتے تھے عربوں نے اِن کے لیے اپنے یہاں کا ٹکسالی لفظ "**عید**" بولنا شروع کر دیا تھا۔ یعنی ایک ہی رُوح کے لیے دو قالب اور منشار کی تعبیر کے دو عنوان تھے۔ ایک فارسی اور ایک عربی۔

خاتم الانبیاء رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اللہ عزّ و جل کا آخری پیغام اور نوعِ انسان کے لیے مکمل ترین تہذیب لے کر مدینہ طیبّہ پہنچے۔ تو آپ نے جس طرح قوم کی تمام عادتوں اور اُن کے ہر ایک رسم و رواج پر تنقیدی نظر فرما کر اصلاح فرمائی اس رسم پر بھی تبصرہ فرما کر اس کی اِصلاح فرمائی۔

ابدلکم اللہ بھما خیرا منھما
یوم الاضحیٰ ویوم الفطر۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے بدلے ہیں دو تیوہار دیئے ہیں جو اِن دونوں سے بہتر ہیں۔ عید قربان اور عید الفطر، یعنی یہ حقیقت کہ خوشی کے دن ہوں چھوٹے بڑے سب ہی حسب حیثیت عمدہ لباس پہنیں۔ بن سنور کر نکلیں، ملیں جُلیں اور خوشی منائیں۔ اِس حقیقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ترمیم یہ کر دی گئی کہ یہ دو دن نوروز اور مہرجان نہیں بلکہ فطر اور اضحیٰ کے دو دن ہیں۔

کیوں؟ کیا معاذ اللہ قومی تعصّب جس نے یہ ترمیم ضرورُی قرار دی یا کوئی اصلاحی مقصد تھا جس کے لیے یہ ترمیم ضروری سمجھی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ دینِ فطرت یعنی اسلام کی خصوصیّت یہ ہے کہ وہ فطرت کا گلا نہیں گھونٹتا۔ البتہ اس کی کج روی اور بے اعتدالی دور کر دیتا ہے۔ اس کا یہی فعل یہاں بھی ہوُا ہے یعنی فطری مطالبہ کو پورا کرتے ہوئے اس میں وہ خوبی پیدا کر دی گئی ہے کہ وہ صرف نفسانی اور مادی چیز ہی نہیں رہی بلکہ سراسر عبادت اور ایک حقیقت بن گئی ہے۔ اِسلامی تعلیم کا حاصل یہ ہے کہ خوشی ضرور مناؤ فطرت کے اس تقاضے کے مطابق کہ سال میں ایک دو روز ایسے ضرور ہوں۔ جن میں اپنی تہذیب اور قومی اور ملّی شان و شوکت کا مظاہرہ ہو ضرور پوُرا کیا جائے۔ مگر ان دونوں کے مقرر کرنے اور منانے میں زمانہ جاہلیت کا ذوق اور جاہلانہ جذبات کار فرما نہ ہوں بلکہ ان کا محرک سچّا اور پاک جذبہ ہونا چاہیئے۔ آبا پرستی حرام ہے۔ مادہ پرستی شرک ہے اور ایسا ترنگ اور ایسی عیش و عشرت جو جامۂ انسانیت کو چاک اور جبینِ تہذیب کو داغدار بنا دے خود تہذیب پر ظلم ہے۔

لہٰذا اور ذی المجاز جیسے تیوہار **اور میلے جن میں خاندانی عظمت اور آباد اجداد کے مفاخر میں فصاحت و بلاغت کی تمام طاقتیں صرف کر دی جائیں** یا نو روز اور مہرجان جیسے تیوہار جن میں موسم بہار کے نام پر زندگی کی بہار میں بحران پیدا کیا جائے اور خورد و نوش کی وسعت کو رقص و طرب کے دائرہ تک پہنچا کر عیش و عشرت کی داد دی جائے۔ یہ انسانیت و تہذیب و شرافت کی پیشانی پر بدنما داغ ہیں۔ ان میں سے ایک ایک کو مِٹ جانا چاہیئے۔ یعنی اِسلام کا بنایا ہوُا تیوہار، نسلی برتری خاندانی فخر و عظمت، آباو اجداد کے مفاخر یا موسم بہار و خزاں کے مادی اثرات کی بنا پر نہیں ہونا چاہیئے، بلکہ آبار پرستی کے بجائے خدا پرستی، خاندانی فخر و عظمت کے بجائے اخلاص و للہیّت اور عیش و عشرت کے بجائے ایثار و قربانی کے جذبات اس میں کار فرما ہونے چاہئیں اور وہ دن ایسے ہوں کہ اگر اُن سے یاد ہو سکے تو اُنھیں پاک جذبات کی اور انھیں مقدس رجحانات کی۔ تاکہ اِنسانی فطرت کا تقاضا اسی طرح پوُرا ہو،

کہ عبدیت و بندگی، خدا پرستی اور انسانی شرافت و عظمت کے آثار نمایاں رہیں۔ اور اسلام جس انسانیت کی تعلیم دنیا ہے اس کی زندہ تصویر سامنے آسکے اور جو انفرادی طور پر زندگی کا نصب العین ان الہامی الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝

بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب اللعلمین کے لیے ہے۔ یہ مقدس نصب العین اجتماعی صورت میں بھی سامنے آجائے۔

اسلام نے خدا پرستی کی تصویر میں اخلاص و قدامت کا رنگ بھرنے کے لیے سب سے پہلے روزے کی تلقین کی ہے جس کی شان اخلاص کا اندازہ حدیث قدسی کے اس جملہ سے ہو سکتا ہے۔

الصوم لی وانا اجزی بہ (روزہ صرف میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا) اخلاص و ایثار اور قربانی کی آخری حدود یہ ہیں کہ انسان سب کچھ حتیٰ کہ آل و اولاد کو بھی قربان کر ڈالے

اسلام نے فطرت انسان کو دعوت دی کہ شان و شوکت، زیبائش و آرائش، اور انبساط و مسرت کی تمام جلوہ آرائیاں اخلاص و صداقت کے انھیں دو محوروں پر ہونی چاہئیں۔

(۱) جب ماہ رمضان ختم ہو اور ایک خدا پرست، ایثار و اخلاص، خدمت خلق اور ہمدردی نوع کا ایک کورس پورا ہو چکا ہے اس کا نام عیدالفطر ہے یعنی مسرت کا وہ دن جس کا محرک اور منبع یہ ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ گزارنے کے بعد آج روزہ کشائی ہوئی ہے۔

(۲) جب والہانہ جذبات کے ساتھ اس بیت عتیق میں حاضری ہو۔ جس کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے اس وادی غیر ذی زرع میں اپنی مالوفات "رفیقۂ حیات" حضرت ہاجرہ اور شیر خوار لخت جگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو چھوڑ کر اس کے بعد انسانی تمناؤں کے آخری سہارے کو قربان کر کے عاشقان پاک طینت کے لیے مقدس مثال قائم کی تھی۔

یہ دو عیدیں ہیں جن کی اسلام نے تعلیم دی ہے۔ ان کے سلسلہ میں لکھنے کی باتیں تو بہت کچھ ہیں مگر مناسب اور بہتر یہ ہے کہ قول کے بجائے فعل کی طرف توجہ کی جائے اس تقریب مبارک کے آداب و مستحبات بیان کرائے جائیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بخشے۔

عیدالفطر کے آداب و مستحبات یہ ہیں

(۱) صبح سویرے اُٹھنا (۲) غسل کرنا (۳) مسواک کرنا (۴) اپنے پاس جو کپڑے سب سے اچھے ہوں ان کو پہننا (۵) خوشبو لگانا (۶) عیدگاہ جانا (۷) سویرے جانا، (۸) عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھا لینا۔ مثلاً چھوارہ (۹) عیدگاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر دے دینا (۱۰) پیادہ جانا (۱۱) ایک راستہ سے جانا۔ دوسرے راستہ سے واپس آنا۔

ان تمام انعامات بالخصوص اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان انعام پر کہ اس نے ایسے پاک اور سچے دین کی ہدایت فرمائی جو سراسر کامیابی اور سراسر نجات ہے ان پر اللہ کا شکر ادا کرنا۔ جس کے لیے رحمۃ اللعالمین افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تلقین فرمائے ہیں:۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۝ تکبیرات تشریق کے بھی الفاظ ہیں۔ اُن جاتے آتے زیادہ سے زیادہ پڑھنا چاہیئے مگر عیدالفطر میں آہستہ اور عیدالاضحیٰ میں معمولی جہر سے۔

بقیہ: عیدالفطر اور اجتماعیت

رگڑائی اور منجھائی اور پھر شب بھر قلعی ایک ماہ میں انسانی نفس کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ سال بھر تک اس چمک دمک سے فائدہ اٹھاتا رہے اور میل کچیل سے مبرا رہ کر ان نورانی اثرات کو سال بھر تک استعمال کرے بشرطیکہ اس مجاہدہ کے اثرات کو سال بھر باقی رہنے میں ساعی رہے۔

بہر حال یہ ایک ماہ سال بھر کی نورانیت کی کفالت کرتا ہے اور بندے کے خدا سے قریب تر ہونے کے تمام موانع کو دور کر دیتا ہے تاکہ اس سے قریب ہو کر بندہ وسیع الظرف اور وسعت عامہ کا اہل ہو جائے اور اس کی ذات اسلام کی اجتماعیت کبریٰ کی طویل و عریض زنجیر کی ایک مضبوط کڑی ثابت ہو۔

پورے ایک ماہ کی مشقت و محنت اور اس پر مرتب شدہ اجتماعیاتی صلاحیت جیسی عظیم نعمت ملنے پر جو محض خدا کی مدد اور اس کی توفیق ہی سے اسے میسر ہو سکتی ہے اتنی ہی بڑی شکر گزاری کا فریضہ بندے پر عائد ہوتا تھا چنانچہ حق تعالیٰ نے ادائے شکر کا طریقہ دوگانہ عید کو قرار دیا تاکہ اِدھر رمضان کامیاب ہو کر ختم ہو اور اُدھر اسی دم ہلال عید آسمان سے سر نکال کر اعلان کرے کہ "بندے! اس عظیم کامیابی پر جو تمھیں اجتماعیت کبریٰ کی صلاحیتوں کے ملنے کی صورت میں حاصل ہوئی ہے۔ اپنے مالک کا شکر ادا کر دیا۔ بالفاظ دیگر رمضان میں جو صلاحیتیں تمھیں عطا کر دی گئی ہیں ان کو عید کے میدان میں فعلیت میں لاکر ان صلاحیتوں کا عملی ثبوت دو اور اجتماعیات کی صورت میں اور بحقیقت اجتماع عیدین، توجہ الی اللہ کے ساتھ نمایاں کر کے دکھلاؤ۔

پس رمضان المبارک صلاحیتیں پیدا کرنے کا مہینہ ہے اور ماہ عید اُن صلاحیتوں کے عملی آغاز کا مہینہ ہے جس کا سلسلہ سال بھر جاری رہتا ہے اس درمیان میں اگر کچھ کمی یا کوتاہی راہ پا جاتی ہے تو اگلا رمضان المبارک پھر اگلے سال کے لیے اُن کوتاہیوں کو دور کر کے اُن صلاحیتوں کی تجدید کر دیتا ہے تاکہ نہ مجاہدے کا سلسلہ ختم ہو، نہ اجتماعیت کی رُوح مضمحل ہونے پائے، اور انسانی عمر اس مبارک سلسلہ میں ختم ہو جائے تاکہ جب وہ اپنے رب سے ملے تو تنہا اپنا نفس ہی ساتھ نہ لے جائے بلکہ اس کے ساتھ اجتماعی نسبتوں کی ایک عظیم کمک ہو، لاکھوں دعائیں ہوں جو اس اجتماع میں مل کر کی گئی تھیں۔ ہزاروں ایصال ثواب ہوں جو عید کے موقع پر اموات تک پہنچائے گئے تھے۔ کروڑوں باطنی ہمتیں ہوں جو صف بندیوں میں ایک کی دوسرے کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور دنیا و برزخ کے تعلقات کے بے شمار رشتے ہوں جو اس کے لیے جناب باری میں سفارشی اور ساعی ہوں تاکہ اس فرد پر جو اجتماعی صلاحیتوں سے ایک امت بن کر اپنے خدا کے پاس پہنچ رہا ہے۔ اللہ کی لاکھوں رحمتیں متوجہ ہوں اور وہ اسی طرح اپنے مقصد تخلیق کو پورا کر کے سرخروئی کے ساتھ اپنے مالک سے جا ملے۔ فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ فقد فاز وما الحیٰوۃ الدنیا الا متاع الغرور۝

شکرگزاری اور حقیقی توبہ کا دن

عید سعید

حکیم چشتی، بیگووالہ (شاہدرہ)

خداوند قدوس نے اپنی عظیم المرتبت پُرحکمت اور رُشد و ہدایت سے بھرپور کتاب میں ارشاد فرمایا :-

قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَۃً مِّنْکَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۔ قَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مُنَزِّلُھَا عَلَیْکُمْ ۚ فَمَنْ یَّکْفُرْ بَعْدُ مِنْکُمْ فَاِنِّیْٓ اُعَذِّبُہٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُہٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۔ (مائدہ)

ترجمہ: بارگاہِ صمدیت میں عیسیٰ بن مریم نے عرض کیا۔ اے اللہ! اے ہمارے پالنے والے۔ ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کر وہ ہمارے لئے عید ہو۔ ہمارے اگلے پچھلوں کی (یہ عید) تیری طرف سے ایک نشانی ہو۔ اور ہمیں رزق دے تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ میں اسے تم پر اتارتا ہوں۔ پھر اب جو تم میں کفر کرے گا تو بے شک میں اُسے وہ عذاب دوں گا کہ سارے جہانوں میں کسی پر نہ کروں گا۔"

آیاتِ بالا کا مفہوم یہ ہے، کہ حضرت عیسیٰؑ نے جب اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا۔ قوم نے صلاح مشورہ کرکے نبی کو کہا کہ ہم آپ کی دعوتِ حق قبول کرنے کو تیار ہیں۔ مگر ہماری ایک شرط ہے کہ اپنے رب سے کہو کہ پکے پکائے لذیذ آسمانی کھانے اتار کر ہماری مہمانی کرے، مہمانی ایسی عید ہو کہ اگلے اور پچھلے لوگ اسے ایک یادگار نشانی سمجھیں — حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا۔ اے مولا! میری قوم کہتی ہے آسمانوں سے رنگا رنگ اور لذیذ خوان اتار کر ہماری عید بنا دو۔ ایسی عید کہ یہ نہ کسی پہلی قوم کو نصیب ہوئی ہو، اور نہ آنے والی قوم کو ہو۔ رب کریم نے قبول فرماتے ہوئے کہا کہ ہمارے لئے یہ کوئی مشکل نہیں۔ ہم ایسا کر دیتے ہیں مگر ہماری قدرت کا یہ قانون ہے کہ اگر تمہاری قوم "عید بے مثل" مانگتی ہے تو ہماری شرط یہ ہے کہ عید منانے کے بعد اگر انہوں نے کفرانِ نعمت کیا، یعنی سابقہ برائیوں کو ترک کرکے دائمی توبہ پر کاربند نہ ہوئے تو ہم بھی ایسا عذاب دیں گے جو صرف انہیں کے لئے مختص ہوگا۔ نہ ایسا عذاب ہم نے کسی پہلی قوم کو دیا اور نہ آئندہ کسی کو دیں گے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ جب اپنی نعمتوں سے نوازتے ہیں تو شکرگذاری بھی چاہتے ہیں اور اس نعمت کی دائمی قدر بھی کرنا چاہتے ہیں اگر کفرانِ نعمت کریں گے تو یہ انعامات عذابِ الیم میں بدل دئے جائیں گے۔ گویا کہ کفرانِ نعمت عذاب بن جایا کرتا ہے۔

مسلمانوں کی عید صرف خوانِ نعمت سے تعلق نہیں رکھتی۔ ایسی عید صرف مذاہبِ باطلہ کی ہوتی ہے۔ عقل کے اندھے اور پیٹ کے پجاری جو ناعاقبت اندیش ہوتے ہیں صرف وہی کھانوں کا دسترخوان طلب کرتے ہیں۔ غلامانِ مصطفےٰؐ تو جنگِ بدر میں نصف کھجور پر قناعت کرکے کفار کو جہنم واصل کرتے تھے۔ روزے فی الحقیقت تزکیہ نفس کے مقصدِ اعظم کی علامت ہیں اور عید اس کی تفسیر ہے۔ خالقِ کائنات نے فرمایا ہے :-

"ہم نے روزے تم پر اس لئے
فرض کئے ہیں کہ تم صاحبِ اتقا
ہو جاؤ۔"

یعنی اللہ سے ڈرنے لگو، خوفِ الٰہی تمہارے دلوں میں سما جائے۔ کتبِ معتبرہ سے یہ ثابت ہے کہ شہرِ رمضان اپنے اندر وہ رحمتیں، برکتیں اور سعادتیں رکھتا ہے۔ جس کا تصور علم اور ذہن کی پرواز سے باہر ہے۔ رمضان کی ہر حالت میں سینکڑوں حکمتیں پوشیدہ ہیں اصل میں یہ مہینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت کے بخشنے کا بہانۂ عظیم ہے۔

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے عید کے دن خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

لَیْسَ الْعِیْدُ لَبِسَ الْجَدِیْد
اِنَّمَا الْعِیْدُ لِمَنْ خَافَ یَوْمَ الْوَعِیْد

"نئے کپڑے پہن لینے سے عید نہیں ہوتی، عید تو اس کی ہے جو اپنے رب سے ڈر کر قیامت کے دن سے خوف زدہ ہو کر ہمیشہ کے لئے وعید حاصل کرلے۔"

ہمارے ہاں رواج ہے کہ عید کے دن نئے نئے کپڑے پہن کر بازاروں اور بارونق جگہوں پر پھرنا اور دکھاوا کرنا عید کے لوازمات میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ نوجوان طبقہ تو اپنی نوک پلک سنوار کر کہیں سرِراہ بیٹھ جاتا ہے، جہاں سے دخترانِ ملّت کا گذر عام ہوتا ہے، اُن پر آوازے کسنا عید کا مقصد بن گیا ہے۔

لَیْسَ الْعِیْدُ لِمَنْ تَبَخَّرَ بِالْعُوْد
اِنَّمَا الْعِیْدُ لِمَنْ تَابَ وَلَا یَعُوْد

"محض خوشبو سے معطر ہونے والے کی عید نہیں۔ عید تو اس کی ہے جس نے توبہ کی اور پھر گناہ نہ کیا۔"

خوشبو لگانا سنّت ہے، مگر یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ محض رسمی طور پر خوشبو لگا کر گلیوں اور بازاروں میں پھرنا اور بُری نیت کرنا۔ ایسی خوشبو لگانا خلافِ سنت ہے۔ خوشبو لگانا اس کے لئے باعثِ سعادت ہے جو گناہ سے پرہیز کرے اور تائب ہو۔

لَیْسَ الْعِیْدُ لِمَنْ نَصَبَ الْقُدُوْر
اِنَّمَا الْعِیْدُ لِمَنْ سَعِدَ بِالْقُدُوْر

"عید اس شخص کی نہیں جس نے دیگیں چڑھائیں، بلکہ عید اس کی ہے جسے ہمیشہ کے لئے نیکی کی توفیق مل جائے۔"

خیرات اور نیاز وہی قابلِ قبول ہے جس کے اندر اخلاص اور نیک نیتی کارفرما ہو، محض دکھلاوا، خیرات کا بہانہ اور برادری میں تقسیم کر دینا خیرات نہیں یہ تو برادری کے کھاتہ میں احسان ڈالنا مقصود ہوتا ہے۔ میاں محمد صاحب جہلمی نے کیا پنجابی میں ترجمانی کی ہے ؎

خاناں دے گھر خان بھجاون بھر بھر تھال کڑاہاں
دھکے ملن یتیماں تائیں اجے امید ثواباں

(باقی صـ۱۳ پر)

درسِ قرآن

جو دل کے اندھے ہیں اُن کو اللہ تعالےٰ کیسے روشنی دے؟

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب

(۷)

رسول کے لفظ ہی میں دیکھئے کیا حکمت ہے! ہم جو کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں تو اس میں ہم کیا پڑھتے ہیں؟ اذان میں کیا کہتے ہیں؟ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم اللہ کا رسول مانتے ہیں۔ رسول کا معنیٰ قاصد، پیغام لانے والا۔ تو حضورؐ پر جب ہم ایمان لاتے ہیں تو حضورؐ کی رسالت پر بھی ایمان لاتے ہیں اور رسالت کیا ہے؟ جو حضور من جانب اللہ لے کر آئے، جو بات امام الانبیار (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی طرف سے لے کر آئے، ہمارا اس پر ایمان ہے بلا کسی تحقیق کے، بلا کسی ربیسرچ کے۔ اس پر مَیں ہمیشہ اپنے درس میں عرض کرتا رہتا ہوں کہ مسلمان کا یہ شیوہ ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ کے نبیؐ سے یہ پوچھے یا اللہ سے یہ پوچھے یا قرآن سے یہ پوچھے کہ تُو نے یہ بات یُوں کیوں کہی؟ اسی لئے سورتِ حجرات میں فرمایا۔ لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ نہ اللہ سے آگے چلو نہ اللہ کے نبی سے آگے چلو یعنی جب اللہ اور اسکا رسولؐ ایک بات کہہ دیں، بس تم مان لو۔ مسلمان کا تو یہ طرزِ عمل ہونا چاہئے کہ وہ اللہ سے آگے ایک قدم نہ اٹھائے اور نہ وہ اللہ کے نبی سے آگے قدم اٹھائے۔ لیکن فرمایا چلو اگر تم غور ہی کرنا چاہتے ہو، تم اگر دلائل مانگنا ہی چاہتے ہو کہ ہم بلا دلیل نہیں مانتے۔ سب سے بڑی دلیل تو یہ ہے کہ جو سب سے بڑی سچی ذات ہے محمدّ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) انہوں نے جو بات فرما دی، بس تم مان لو، سب سے بڑی دلیل تو یہ ہے۔ اور اسی کو ہماری منطق کی اصطلاح میں کہتے ہیں "برہان"۔ چلو اگر تم دلیل مانگتے ہو تو پھر فرمایا دلیلیں دیکھ لو اور دلیلوں کے لئے تمہیں کوئی دور جانے کی ضرورت نہیں، آسمان کو دیکھ لو، زمین کو دیکھ لو، پھلوں کو دیکھ لو، پھولوں کو دیکھ لو، زمین کے ٹکڑوں کو دیکھ لو، اناج کے حصّوں کو دیکھ لو، بارش کو دیکھ لو، گرمی سردی کو دیکھ لو۔ غرضیکہ جس چیز پر تم ہاتھ رکھتے ہو اُسی کو دیکھو، غور و فکر کرو، تم سمجھ جاؤگے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات موجود ہے۔ لمبا جانے کی تمہیں ضرورت ہی نہیں ہے۔

صحیح مسلم میں شاید ایک واقعہ آتا ہے۔ ایک آدمی حاضر ہؤا مسجد نبویؐ میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور وہ آتے ہی مسلمان ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "کیا بات ہے؟ آج تُو نے کوئی لمبی بحث نہیں کی اور آتے ہی تُو مسلمان ہو گیا ہے، بات چیت تُو نے نہیں کی (جانتے تھے کہ مدینے کا ہے) اُس نے عرض کی "اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیک وسلم) سچی بات تو یہ ہے کہ پہلے جو کچھ آپ تقریر فرمایا کرتے تھے، مجھے سننے کی سعادت ہی نہیں ہوئی اور اپنے سوچنے کی بھی اللہ نے توفیق نہیں دی تھی۔ آج میں نے سوچا، سوچنے کے فوراً بعد مَیں اس نتیجے پر پہنچا کہ جو کچھ آپؐ فرماتے ہیں وہ بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالےٰ موجود ہے، وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔" فرمایا۔ "کیسے سوچا؟"۔ "حضور! مَیں باغ سے آ رہا تھا، میرے سر پر بہت بڑا گٹھا تھا لکڑیوں کا، مَیں تھک گیا تو ایک سایہ دار پودے کے نیچے مَیں نے گٹھے کو گرایا اور مَیں بیٹھ گیا تو میری نظر پڑی، مَیں نے دیکھا کہ اس سائے میں اونٹ کی مینگنیاں پڑی ہوئی تھیں۔ تو مَیں نے سوچا کہ یہ مینگنیاں کہاں سے آ گئیں؟ معلوم ہؤا کہ یہاں کوئی اونٹ یا اونٹنی بیٹھی ہے تبھی تو یہ مینگنیاں آ گئی ہیں۔ تو حضورؐ اس تصوّر نے مجھے دوسری طرف پہنچا دیا۔ مَیں نے سوچا کہ جب مینگنیوں کا وجود اونٹ کے بغیر نہیں ہو سکتا تو اس ساری کائنات کا وجود بغیر خالق کے نہیں ہو سکتا"۔ معمولی سی بات سے اللہ نے ہدایت دے دی، جب راستہ کھُلا، نیّت نیک ہو، اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝ (الشعراء ۸۹) دل سلامت لے کر آیا جائے اگر، اللہ تعالےٰ انسان کے دلوں کے پردوں کو کھول دیتے ہیں لیکن اگر دل سلیم نہ ہو تو پھر ہزارہا دلائل بھی بیکار ہیں۔ جو دل کے اندھے ہیں ان کو اللہ تعالےٰ کیسے روشنی دے؟ وہ تو دل کے اندھے ہو چکے ہیں اور جو آنکھوں کے اندھے ہیں وہ کبھی کبھی باتوں کو قبول کر لیتے ہیں (اللہ مجھے آپ کو دل کا اندھا ہونے سے بچائے) تو دلائل دئے۔ آفاقی دلائل، کہ تم زمین اور آسمان میں سے کسی بھی چیز کو دیکھ لو، کسی بڑی یا چھوٹی چیز کو دیکھ لو، تم اس بات کو سمجھ جاؤگے کہ اللہ تعالےٰ موجود ہیں اور جو دعوت دیتے ہیں امام الانبیار صلی اللہ علیہ وسلم، یہ دعوت بالکل صحیح ہے۔

آگے تیسری چیز جو ان آیتوں میں بیان کی ——— قرآن مجید ہے۔ اللہ کا فضل و کرم ہے، دعا فرمایا کریں۔ اللہ تعالےٰ ایسی محفلوں کو قائم رکھے۔ اور یہ ہمارے بھائی جو اہتمام کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی یہ سعادت نصیب فرمائے اور اللہ تعالےٰ آپ بھائیوں کو بھی اجر دے۔ آپ یقین سمجھیں اس گرمی میں آپ جو قرآن سننے کے لئے آئے ہیں، آپ کو اور مجھے یقین رکھنا چاہئے کہ یہ گرمی ہمیں انشاءاللہ قیامت کی گرمی سے محفوظ رکھے گی۔ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں۔ میرا آپ کا یہاں جمع ہونا اور کس مقصد کے لئے ہے؟ اسی لئے تو ہے کہ اللہ کی باتیں سنیں۔ تو جو ہمیں اللہ نے سکھایا، جتنی ہمت اللہ نے دی یہ اللہ نے ہم پر فضل کیا کہ مہینے میں ہم ایک دفعہ جمع ہو جاتے ہیں۔

قرآن نور ہے، قرآن ہدایت ہے، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکرِ پاک رحمت ہے، جہاں یہ آئیں وہاں شیطان نہیں ٹھہر سکتے، لیکن جہاں یہ

چیزیں نہ ہوں تو یہ پھر نقب لگانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ دین کبھی نہیں مٹ سکتا ہے

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

یہ قرآن کیسے مِٹ سکتا ہے؟ اللہ کا دین کیسے مِٹ سکتا ہے؟ بائیسویں پارے میں پڑھ لیجئے، اللہ فرماتے ہیں قُلْ جَآءَ الْحَقُّ (السّبا ۴۹) اعلان کر دیجئے اے میرے نبی محمد (صلی اللہ علیک وسلم) اور یہ مکّی سورت ہے، جہاں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانے والے چند لوگ ہیں۔ کیا فرمایا؟ قُلْ، اعلان کر دیجئے۔ کہلوایا گیا۔ قُلْ، کہہ دیجئے۔ آج بعض بے دین، ہمارے ملک میں رہنے والے، ہمارے سرکاری خزانوں سے تنخواہیں پانے والے ایسی کتابیں لکھتے ہیں اور اُن کتابوں میں یہ لکھتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) جو قرآن پیش کرتے ہیں یہ آپؐ کے دل کی آواز ہوتی ہے، کہ دل میں ایک خیال آ گیا، کہہ دیا کہ اللہ نے یہ فرمایا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ قرآن کیا کہتا ہے؟ قُلْ، آپ کہہ دیجئے۔ تو کہلانے والا کوئی اور ہے کہ دل کہہ رہا ہے؟ یہ جو قُلْ کا لفظ ہے میرے بزرگو! قرآن میں آتا ہے، اللہ تو علیم ہے، اللہ کو پتہ تھا کہ ایسے خنّاس پیدا ہوں گے، اس لئے قرآن میں پہلے ہی اہتمام کر دیا۔ قُلْ۔ آپ اعلان کر دیجئے۔ اعلان کروانے والا کوئی اور ہے کہ خود دل ہے محمّد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم کا؟) کوئی اور ذات ہے۔ قُلْ۔ آپ فرما دیجئے، ان مکّے والوں سے کہہ دیجئے۔ اور ساری دنیا والوں سے کہہ دیجئے کہ او دنیا کے لوگو! جَآءَ الْحَقُّ۔ حق آ پہنچا۔ حق کا معنیٰ اَن مِٹ۔ یہ اب کبھی نہیں مٹے گا۔ اَن مِٹ دین۔ چنانچہ سورتِ رعد میں حق کی تفسیر اللہ نے بیان فرمائی۔ اللہ فرماتے ہیں کہ دیکھئے جب آسمان سے مینہ برستا ہے، بارش اُترتی ہے، ندی نالوں میں سیلاب آ جاتا ہے، پانی میں طغیانی آ جاتی ہے، کچھ اس میں جھاگ ہوتی ہے، کچھ اچھا پانی ہوتا ہے، جھاگ بظاہر بڑی خوبصورت معلوم ہوتی ہے، شاں شوں کرتی ہے لیکن نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَآءً (الرعد ۱۷) وہ تھوڑی دیر کے بعد سورج کی گرمی سے اُڑ جاتی ہے، جھاگ کا نشان باقی نہیں رہتا، وہ کرّ و فر ختم ہو جاتی ہے وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ ط (رعد ۱۷) اور جو چیز لوگوں کو نفع دیتی ہے وہ تو زمین میں دھنس جاتی ہے۔ کَذٰلِکَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۃ (رعد ۱۷) اللہ تعالےٰ یوں مثال بیان کرتے ہیں حق اور باطل کی، اسلام کے خلاف بڑی آندھیاں چلیں بڑے بڑے لوگ کھڑے ہوئے، بڑے بڑے جھوٹے نبی بنے، بہت بڑے لوگوں نے دعوے کئے، لیکن الحمد للہ محمّد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم کا دین آج چودہ سو سال سے موجود ہے، قیامت تک باقی رہے گا، دنیا کی کوئی طاقت اس کو نہیں مٹا سکتی۔ (باقی آئندہ)

بقیہ : عید سعید

لَیْسَ الْعِیْدُ لِمَنْ شَرِبَ وَ اَکَلَ
اِنَّمَا الْعِیْدُ لِمَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ الْعَمَلَ

"عید ایسے شخص کی نہیں ہوتی جس نے خود کھایا اور پیا۔ عید تو اس کی ہے جس نے اللہ کی رضا کے لئے خلوص اختیار کیا اور عمل کیا۔"

اخلاص اور صدق سے مراد یہ ہے کہ ارشادِ نبویؐ پر پورا پورا عمل ہو۔

لَیْسَ الْعِیْدُ لِمَنْ رَکِبَ الْمَطَایَا
اِنَّمَا الْعِیْدُ لِمَنْ تَرَکَ الْخَطَایَا

"محض سواریوں پر سوار ہونا عید نہیں۔ عید تو اس کی ہے جو گناہوں کو چھوڑ دے۔"

ہمارے ہاں رواج ہے کہ سال کے بعد خاص اہتمام کے ساتھ بھڑکیلا لباس پہن کر نماز عید کے لئے سواری کا بندوبست کرتے ہیں اور یہ بھی مشاہدہ میں آیا ہے کہ بعض لوگ کسی ٹرانسپورٹر کی منّت سماجت کر کے بس میں سوار ہو کر عیدگاہ جاتے ہیں۔ یہ ذہنی عیاشی اور جاہ پرستی ہے۔ مسلمان کو ہر وقت خدا یاد آنا چاہئے اور اس کا شکر بجا لانے کا نام عید ہے۔

★

عید

ابو یحییٰ ذبیح ، بھوماں بٹھ

مہِ شوال مبارک پیامِ عید آیا
خدا کے بندوں کو یعنی سلامِ عید آیا
مہِ صیام کا مقصد حصولِ تقویٰ تھا
رضائے خالقِ کونین و فکرِ عقبیٰ تھا
نزولِ نعمتِ قرآں پہ شکرِ ربِّ جلیل
کتابِ رُشد و ہدایت کے اتباع کی سبیل
اطاعتِ شہِ ہر دو سرا سے کیف و سرور
دلوں کی بستیاں عشقِ رسولؐ سے معمور
مسلسل ایک مہینہ ریاضتِ قلبی
بصد نیاز گناہوں کی مغفرت طلبی
یہ روزِ عید ہے کیا جشنِ کامیابی ہے
حضورِ حضرتِ حق شرفِ باریابی ہے
ملی یہ جن کو سعادت انہیں کی عید ہے یہ
رہے جو محوِ عبادت انہیں کی عید ہے یہ
رُکے جو جرم و خطا سے انہیں کی عید ہے یہ
رہے جو ڈر کے خدا سے انہیں کی عید ہے یہ
فقط یہ مجمعِ خوش پوش کوئی عید نہیں
یہ اہتمامِ خورد و نوش کوئی عید نہیں

★

●

عید کا دن ہے مسرّت کے خزانوں کی کلید
ہو مبارک روزہ داروں کو نویدِ صبحِ عید

●

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کا منشور	قسط ۵

اسلام میں
• تعطیلات • زراعت • عدلیہ کا نظام • انتظامیہ

احمد حسین کمال

تعطیلات

۱۔ پاکستان میں ہفتہ وار تعطیل جمعہ کو ہوا کرے گی

۲۔ عیدین اور ضروری تاریخی دنوں کی تعطیل کا تعین دینی اور ملّی تقاضوں کے مطابق کیا جائے گا۔

زراعت

۱۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان من احیاء ارضاً میتۃ فھی لہ ولیس لعرق ظالم حق" فیھا کے مطابق جس نے افتادہ زمین کو آباد کیا وہی اسکا مالک قرار دے دیا جائے گا۔

۲۔ پھر وہ لوگ مالک سمجھے جائیں گے جن کو یہ زمین وراثت میں، ہبہ میں، وقف میں یا فروختگی میں جائز طور پر منتقل ہوئی۔

۳۔ سیاسی رشوت کے طور پر دھوکہ اور فریب کے ذریعہ، جبر اور ناجائز رسوخ سے جو زمینیں و جاگیریں حاصل کی گئی ہیں وہ بغیر معاوضہ کے واپس لے لی جائیں گی اور مستحق کاشتکاروں میں تقسیم کر دی جائیں گی۔

۴۔ اراضی ملکیت کی کم یا زیادہ کوئی حد شریعت نے مقرر نہیں کی۔ لیکن اگر بڑی زمینداریاں، ملکی نظام معیشت اور اجتماعی معاشی نظم و نسق کو فاسد کرنے کا سبب بن گئی ہیں اور شدید مذہبی، ملّی و ملکی مفاسد اور خطرات نمودار ہو رہے ہیں تو شریعت کے اصولوں کی ہی روشنی میں اراضی کی ملکیت کی مناسب تحدید حکومت کر سکتی ہے۔

۵۔ مالک اراضی کو اپنی زمین میں ہر طرح کے تصرّف کا حق حاصل ہوگا۔ مگر ظلماً" اور بلا شرعی وجہ کے مزارعہ کو بے دخل نہیں کیا جا سکے گا۔

۶۔ جن مزارعین نے زمینوں میں ترقیاتی کام کئے ہیں ان کا پورا پورا معاوضہ دئے بغیر انہیں بے دخل نہیں کیا جا سکتا۔

۷۔ مزارعین کو کسی مالک اراضی کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دی جائیگی۔

۸۔ حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ نے زمین کو بٹائی پر دینے کی اجازت دی ہے۔

لیکن اگر ملک کا زرعی نظام مندرجہ بالا اصلاحات کے باوجود درست نہ ہو سکے تو حکومت کو حق حاصل ہے کہ وہ حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام مالکؒ کے مسلک کے مطابق بٹائی پر زمین دینے پر پابندی لگا دے اور مالک اراضی کو حکم دے کہ یا تو وہ اپنی اراضی خود کاشت کرے یا کرایہ یا اجارہ پر اٹھائے۔

۹۔ زمین کے چھوٹے قطعات کے مالکان کو بڑے قطعات کے مالکان کے دباؤ و اثر سے نجات دلائی جائے گی۔

۱۰۔ زراعت کی جدید سہولتیں دیہات میں عام کی جائیں گی۔ جدید زرعی آلات کا استعمال قومی سطح پر وسیع تر کر دیا جائے گا۔ اس لئے کہ انفرادی طور پر استعمال کی رعایت سے بیکاری بڑھ جانے کا خطرہ ہر وقت موجود رہتا ہے۔

۱۱۔ زرعی زمینوں کا سیم و تھور سے تحفظ کیا جائے گا۔

۱۲۔ مشرقی پاکستان کی زرعی زمینوں کو سیلاب سے محفوظ کرنے کا مستقل بندوبست کیا جائے گا۔

۱۳۔ زرعی پیداوار کی فروخت کا ایسا انتظام کیا جائے گا کہ اس کا زیادہ سے زیادہ فائدہ آڑھتیوں، سٹاک ہولڈروں، اسٹاک ایکس چینجوں، بنکوں، سٹہ بازوں، دلالوں وغیرہ کی جیب میں جانے کے بجائے کاشتکاروں اور کھیت مزدوروں کو پہنچے۔

۱۴۔ نئی آباد کی جانے والی زمینوں کو آسان شرائط پر خود کاشت کرنے والوں کو دیا جائے گا۔

اس میں اولیّت اور فوقیت مقامی کاشتکاروں و کھیت مزدوروں کو ہوگی۔

۱۵۔ جن لوگوں سے ناجائز زمینیں واپس لی جائیں گی اگر ان کا ذریعہ معاش کوئی دوسرا نہ ہوا یا ناکافی ہوا تو گذارہ کے مطابق خود کاشت کے لئے انہیں قطعۂ زمین دیا جائے گا۔

۱۶۔ زرعی زمینوں پر سے مالیہ وصول کرنے کے طریقوں کی شریعت کے اصول کی روشنی میں اصلاح کی جائے گی، اور بدعنوانیوں و بے جا مداخلتوں کا مکمل سدِّباب کیا جائے گا۔

۱۷۔ صنعتی ضروریات کے لئے قابلِ زراعت اراضی کو استعمال نہیں ہونے دیا جائے گا۔

عدلیہ کا نظام

۱۔ عدلیہ مکمل طور پر انتظامیہ سے آزاد ہوگی۔

۲۔ حصول انصاف کے طریقے بالکل آسان بنائے جائیں گے۔

۳۔ عدالتوں سے انصاف کا حصول مفت ہوگا۔

۴۔ ججوں اور منصفوں کا تقرر کتاب و سنّت و شریعت اسلامیہ کی مکمل واقفیت اور اسلامی کے معیار و اہلیت پر ہوا کریگا۔

۵۔ ملک کے دیوانی و فوجداری قوانین میں شریعت اسلامیہ کے مطابق تبدیلیاں کی جائیں گی۔

۶۔ انتظامیہ اور اس کے ہر چھوٹے و بڑے افسر اور ملازم کے کسی بھی فعل کو عدالت میں چیلنج کرنے کا حق ہر شہری کو حاصل ہوگا۔

انتظامیہ

۱۔ انگریزوں کے زمانہ کی سول سروس کے غیر ملکی نظام کو بالکل ختم کر دیا جائیگا۔

۲۔ انتظامیہ کے ادنیٰ و اعلیٰ سب ہی ارکان کی حیثیت ملک و ملّت کے خادم و نگہبان کی ہوگی۔

۳۔ تمام نمود و نمائش، ٹھاٹ باٹ اور مصنوعی رعب و داب اور پریسٹیج کے طریقے ختم کر دیئے جائیں گے۔

۴۔ انتظامیہ کا کوئی رکن دورانِ ملازمت کوئی دوسرا کاروبار کرنے کا مجاز نہیں ہوگا۔

۵۔ عوام اور حاجتمند افراد کے ساتھ حسین سلوک انتظامیہ کی اوّلین بنیاد ہو گی۔

۶۔ دیانتدارانہ کارکردگی پر ہی ترقی مل سکے گی۔

۷۔ رشوت و بدعنوانی کے ارتکاب پر برطرفی کے علاوہ سخت ترین سزا دی جائے گی۔

۸۔ عہدہ اور ملازمت سے فائدہ اٹھانے پر بھی برطرفی کے ساتھ سخت سزا دی جائے گی۔

۹۔ انتظامیہ کی ہر کارروائی کو عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔

۱۰۔ انتظامیہ کی تمام کارگذاریوں میں اسلامی نظام اور اسلامی عظمت کے خطوط نمایاں تر رکھے جائیں گے۔

(باقی آئندہ)

اسلام کے اقتصادی مسائل

مالِ غنیمت اور فَئ میں فرق

شکور طاہر ایم اے

قسط ۱۱

ترجمہ:- جو مال لوٹا یا اللہ نے اپنے رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بستیوں والوں سے سو اللہ کے واسطے اور رسول کے، اور قرابت والے کے اور یتیموں کے اور محتاجوں اور مسافر کے، تاکہ نہ آئے لینے دینے میں دولت مندوں کے، تم میں سے اور جو دے تم کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو اور ڈرتے رہو اللہ سے، بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔۔۔ واسطے ان مفلسوں وطن چھوڑنے والوں کے جو نکالے ہوئے آئے ہیں اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے ڈھونڈنے آئے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی اور مدد کرنے کو اللہ کی اور رسُول کی، وہ لوگ وہی ہیں سچے اور جو لوگ جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں ان سے پہلے سے وہ محبت کرتے ہیں اس سے جو وطن چھوڑ کر آئے ان کے پاس اور نہیں پاتے اپنے دل میں تنگی اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے اور مقدم رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے اور اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ اور جو بچایا گیا اپنے جی کے لالچ سے تو وہی لوگ ہیں مراد پانے والے،

اور واسطے ان لوگوں کے جو آئے ان کے بعد کہتے ہوئے اے رب! بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے داخل ہوئے ایمان میں اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں بیر ایمان والوں کا۔۔۔ اے رب تو ہی ہے نرمی والا، مہربان۔ (سورۃ الحشر ۶تا۱۰) (ترجمہ شیخ الہند)

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہی فرق رکھا ہے 'غنیمت' اور 'فئ' میں۔

جو مال لڑائی سے ہاتھ لگا وہ غنیمت ہے اس میں پانچواں حصہ اللہ کی نیاز (جس کی تفصیل دسویں پارہ کے شروع میں گزر چکی ہے) اور چار حصے لشکر کو تقسیم کیے جاتے ہیں اور جو بغیر جنگ کے ہاتھ آیا وہ سب کا سب مسلمانوں کے خزانہ میں ہے (ان کی مصالح عامہ میں) جو کام ضروری ہو اس پر خرچ ہو۔

اگر قدرے جنگ ہونے کے بعد کفار مرعوب ہو کر صلح کی طرف مسارعت کریں اور مسلمان قبول کر لیں اس صورت میں جو اموال صلح سے حاصل ہوں گے وہ بھی حکم فئ میں داخل ہیں۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عہد مبارک میں اموال فئ خالص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و تصرف میں ہوتے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ اختیار مالکانہ ہو جو صرف آپؐ کے لیے مخصوص تھا جیساکہ آیاتِ حاضرہ میں 'علیٰ رسُولہٖ' کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور احتمال ہے کہ محض حاکمانہ۔۔۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے ان اموال کے متعلق آپ کو اگلی آیت میں ہدایت فرما دی کہ (جو با یا فدیا) فلاں فلاں مصارف میں صرف کیے جائیں آپؐ کے بعد یہ اموال امام کے اختیار و تصرف میں چلے جاتے ہیں لیکن اس کا تصرف مالکانہ نہیں ہوتا۔ محض حاکمانہ ہوتا ہے وہ اُن کو اپنی صوابدید اور مشورہ سے مسلمانوں کی عام ضروریات و مصالح میں خرچ کریگا باقی اموالِ غنیمت کا حکم اس سے جداگانہ ہے۔ وہ خمس نکالے جانے کے بعد خالص لشکر کا حق ہوتا ہے۔ کما یدل علیہ قولہٗ تعالیٰ واعلموا انما غنمتم الخ لشکری اپنی خوشی سے چھوڑ دیں وہ علیحدہ بات ہے۔ البتہ شیخ ابوبکر رازی حنفیؒ نے احکام القرآن میں نقل کیا ہے کہ یہ حکم اموالِ منقولہ کا ہے۔ غیر منقولہ میں امام کو اختیار ہے کہ مصلحت سمجھے تو لشکر پہ تقسیم کر دے اور مصلحت نہ سمجھے تو مصالح عامہ کے لیے رہنے دے۔ جیساکہ سوادِ عراق میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض جلیل القدر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے سے یہی عملدرآمد رکھا۔ اسی مسلک کے موافق شیخ ابوبکر رازیؒ نے واعلموا انما غنمتم کو اموالِ منقولہ پر اور سورہ حشر کی آیات کو اموالِ غیر منقولہ پر حمل کیا ہے اس طرح کہ پہلی آیت وما افاء اللہ علیٰ رسولہ منھم حکم فئ پر اور دوسری آیت ما افاء اللہ علیٰ رسولہ من اھل القریٰ، حکم غنیمت پر محمول ہے اور لغۃً غنیمت کو لفظ فئ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

اموالِ فئ کا ضابطہ

پہلی آیت میں صرف اموالِ بنی نضیر کا ذکر تھا اب اموالِ فئ کے متعلق عام ضابطہ بتلاتے ہیں یعنی فئ پر قبضہ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم اور رسولؐ کے بعد امام کا کہ اسی پر یہ خرچ ہوتے ہیں، باقی اللہ کا ذکر تبرکاً ہوا، وہ سب کا ہی مالک ہے۔ یاں کعبہ کا خرچ اور مسجدوں کا بھی جو اللہ تعالیٰ کے نامزد ہیں، ممکن ہے درج ہو۔

(یعنی حضرتؐ کے قرابت والوں کے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مال میں سے ان کو بھی دیتے تھے اور اُن میں فقیر کی بھی قید نہیں تھی۔ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو دولت مند تھے آپؐ نے حصہ عطا فرمایا۔ اب آپؐ کے بعد حنفی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار جو صاحب حاجت ہوں، امام کو چاہیے کہ انھیں دُوسرے محتاجوں سے مقدم رکھے؛

(۲) یہ مصارف اس لیے بتلائے کہ ہمیشہ یتیموں، محتاجوں، بے کسوں اور عام مسلمانوں کی خبر گیری ہوتی رہے اور عام اسلامی ضروریات سرانجام پا سکیں، یہ اموال محض دولتمندوں کے الٹ پھیر میں پڑ کر ان کی مخصوص جاگیر بن کر نہ رہ جائیں جن سے سرمایہ دار مزے لوٹیں اور غریب فاقوں مریں۔

(۳) مال، جائداد وغیرہ جس طرح پیغمبر اللہ کے حکم سے تقسیم کرے اسے بخوشی و رغبت قبول کرو، جو ملے لے لو، جس سے روکا جا، رُک جاؤ اور اسی طرح اس کے تمام احکام امر و نواہی کی پابندی رکھو۔

(۴) رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ ڈرتے رہو کہیں رسُول کی نافرمانی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کوئی عذاب مسلط نہ کر دے۔

(۵) اس مال سے عام مسلمانوں کی ضروریات و حوائج متعلق ہیں لیکن خصوصی طور پر ان ایثار پیشہ جان نثاروں کا اور سچے مسلمانوں کا حق مقدم ہے۔ جنہوں نے محض اللہ

کی خوشنودی اور رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت و اعانت میں اپنے گھر بار، اور مال کو خیر باد کہا اور بالکل خالی ہاتھ ہو کر وطن سے نکل آئے تاکہ اللہ اور رسول صلیّ اللہ علیہ وسلّم کے کاموں میں آزادانہ مدد کر سکیں۔

اس گھر سے مراد ہے مدینہ طیبّہ اور یہ لوگ انصار مدینہؓ ہیں جو مہاجرین کی آمد سے پہلے مدینہ طیبّہ میں سکونت پذیر تھے اور ایمان و عرفان کی راہوں پر بہت مضبوطی کے ساتھ مستقیم ہو چکے تھے۔

(۶) محبّت کے ساتھ مہاجرین کی خدمت کرتے ہیں۔ حتیّٰ کہ اپنے اموال وغیرہ میں ان کو برابر کا شریک بنانے کے لیے تیار ہیں

(۷) مہاجرین کو اللہ تعالیٰ نے جو فضل و شرف عطا فرمائے یا اموال فیٔ وغیرہ میں سے جو حضور صلیّ اللہ علیہ وسلّم عنایت فرمائیں اسے دیکھ کر انصارؓ دل تنگ نہیں ہوتا اور نہ حسد کرتے ہیں بلکہ خوش ہوتے ہیں اور ہر اچھی چیز میں ان کو اپنی جانوں سے مقدم سمجھتے ہیں۔ خود سختیاں اور فاقے اٹھا کر بھی ان کو بھلائی پہنچا سکیں تو دریغ نہیں کرتے۔ ایسا بے مثال ایثار کس قوم نے کس قوم کے لیے دکھلایا۔

(۸) بڑے کامیاب اور بامراد ہیں وہ لوگ جن کو اللہ کی توفیق اور دست گیری نے ان کے دل کو لالچ اور حرص و بخل سے محفوظ رکھا۔ لالچی اور بخیل آدمی اسے بھائیوں کے لیے کہاں ایثار کر سکتا ہے اور دوسروں کو پھلتا پھولتا دیکھ کر کب خوش ہوتا ہے

ان مہاجرین و انصار کے بعد عالم وجود میں آئے یا ان کے بعد حلقۂ اسلام میں آئے یا مہاجرین سابقین کے بعد ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے۔ والظاھر ھُوالاوّل یعنی سابقین کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور کسی مسلمان بھائی کی طرف سے دل میں بیر اور بغض نہیں رکھتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ آیت سب مسلمانوں کے واسطے ہے جو اگلوں کا حق مانیں اور انھیں کے پیچھے چلیں اور ان سے بیر نہ رکھیں۔ امام مالک رحؒ نے یہاں سے فرمایا کہ جو شخص صحابہ رضؓ سے بغض رکھے اور ان کے متعلق بدگوئی کرے اس کے لیے "مال فیٔ" میں کچھ حصّہ نہیں۔

(باقی آئندہ)

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

الحاج خلیل احمد کی والدہ کا انتقال

حلقۂ احباب میں یہ خبر انتہائی رنج و غم کے ساتھ سنی جائے گی کہ ادارہ پیغام حج لائلپور کے ناظم اور معروف اہل قلم جناب حنیف رضا صاحب کی والدہ بروز جمعۃ الوداع حرکت قلب بند ہونے کے باعث داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

مرحومہ نے دس مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی تھی اور بڑی نیک، پابند صوم و صلوٰۃ اور خوش اخلاق تھیں مرحومہ کی نماز جنازہ جامع مسجد لائل پور کے خطیب مولانا مفتی زین العابدین نے پڑھائی اور جمعۃ الوداع میں شریک تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں نے دعائے مغفرت کی۔ مرحومہ کو لائل پور کے بڑے قبرستان میں اشکبار آنکھوں سے سپرد خاک کیا گیا۔

ادارہ خدام الدین حاجی خلیل احمد، حاجی حنیف رضا اور دیگر پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنّت الفردوس نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر و تحمل کی توفیق بخشے۔ (ادارہ)

حضرت دینپوری کیلئے دعائے صحت

حضرت مولانا عبدالہادی صاحب دین پوری مدظلہ العالی ایک عرصہ سے صاحب فراش ہیں۔ ایکسرے رپورٹ کے مطابق آپ کا پھیپھڑا کافی متاثر ہو چکا ہے۔ آپ کو نشتر ہسپتال ملتان میں داخل کرنے کی تیاری ہو رہی ہے لیکن نقاہت اور کمزوری کے باعث سفر کرنا مشکل ہے۔ حضرت کی صحتِ کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو جلد شفاء کاملہ عطا فرمائے۔ (ادارہ)

نیا سال نیا پروگرام

امسال مدرسہ عربیہ دارالہدیٰ چوکیرہ ضلع سرگودھا نے جن بزرگوں کی خدمات حاصل کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء حضرت مولانا قطب الدین صاحب مدظلہ، شیخ الادب حضرت مولانا غلام رسول وادوی، حضرت مولانا قاضی میر عالم صاحب سابق مدرس مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی، حافظ مولانا نذیر احمد صاحب مخدوم کی تقرری ہوئی ہے داخلہ یکم شوال سے بیس شوال تک ہوگا۔

طالبان علوم عربیہ کو بہت سہولتیں دی جائیں گی۔

المعلن: حاجی محمد اشرف ناظم مدرسہ عربیہ دارالہدیٰ چوکیرہ مغربی پاکستان)

مطبُوعات متعلقہ فکرِ ولیُّ اللّٰہی

حکیم الملّت امام ولیُّ اللہ دہلویؒ (۱۷۰۳-۱۷۶۲) نے کتاب سنت اور تاریخ اسلام کے بہترین دور خیر القرون کی روشنی میں وہ فکر و فلسفہ دیا ہے، جو اسلام کی انقلابیت کو واضح کرتا ہے اور موجودہ دور کے مسائل حکیمانہ (سائنٹفک) انداز میں حل کر کے اسلام کو غالب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

آج جب سرمایہ داری کی لعنت اور اشتراکیت کی لادینیت انسانیت کو اقتصادی اور روحانی پہلوؤں سے برباد کر رہی ہیں، فقط یہی فکر و فلسفہ ہے، جسے سمجھ کر قرآنِ حکیم کی تعلیمات کے مطابق اُس طرز پر معاشرہ پیدا کیا جا سکتا ہے، جس طرز پر نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مدینے میں بطور نمونہ پیدا کر کے دکھایا تھا۔ دورِ حاضر میں اسلام کو سرمایہ داری اور اشتراکیت کے مقابلے میں ایک تیسرے مسلکِ فکر کی حیثیت سے پیش کرنے کا، جو ان دونوں مسالک فکر پر غالب آنے کی استعداد اور صلاحیت رکھتا ہے، صرف یہی طریقہ ہے کہ اسے **فکر و فلسفۂ ولیُّ اللّٰہی** کے ذریعے پیش کیا جائے۔

ولیُّ اللہ سوسائٹی پاکستان (رجسٹرڈ) لاہور ایک عرصے سے اس فکر کی نشر و اشاعت کا کام کر رہی ہے۔ اب اس فکر کے متعلق تصنیفات کی اشاعت کے لیے اس کے زیر سرپرستی ایک اشاعتی ادارہ بنام "**ادارہ حکمۃ اسلامیہ ۴- اُردو بازار لاہور**" قائم کیا گیا ہے۔ اس ادارے کی طرف سے اس وقت تک مندرجہ ذیل کتب شائع کی جا چکی ہیں:۔

۱۔ "قرآنی دستورِ انقلاب" یعنی سورہ مزمّل و مدثر کی حکیمانہ انقلابی تفسیر از حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ قیمت ۳.۲۵ روپے

۲۔ "قرآنی جنگ انقلاب" یعنی سورہ محمدؐ (قتال) کی حکیمانہ انقلابی تفسیر " " ۱.۷۵ روپے

۳۔ "قرآنی عنوانِ انقلاب" یعنی سورہ فتح کی حکیمانہ انقلابی تفسیر " " ۲.۲۵ روپے

۴۔ "قرآنی اساسِ انقلاب" یعنی سورہ فاتحہ کی حکیمانہ انقلابی تفسیر " " ۲.۰۰ روپے

۵۔ "قرآنی اصولِ انقلاب" یعنی سورہ عصر کی حکیمانہ انقلابی تفسیر " " ۰.۵۰ روپے

۶۔ "قرآنی فکرِ انقلاب" یعنی سورہ اخلاص و معوذتین کی حکیمانہ انقلابی تفسیر " " ۰.۷۵ روپے

۷۔ "اجتماعی دور کے مسائل اور ان کا حل" فلسفہ امام ولی اللہ دہلویؒ کی روشنی میں از محمد مقبول عالم بی اے " ۰.۲۵ روپے

۸۔ "مختصر تعارف حالات و فلسفہ امام ولیُّ اللہ دہلویؒ" (بزبان انگریزی) از شیخ بشیر احمد بی اے " ۰.۲۵ روپے

۹۔ "محمودیہ مع اردو ترجمہ عبیدیہ" امام ولیُّ اللہ دہلویؒ اور اس سلسلے کے دوسرے بزرگوں کی تصنیفات میں سے اہم اقتباسات — از حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ قیمت ۲.۵۰ روپے

ملنے کا پتہ۔ ادارہ حکمۃ اسلامیہ ۴- اردو بازار لاہور

قرآنِ پاک اور حدیثِ شریف کی روشنی میں

(گذشتہ سے پیوستہ)

زمین و آسمان کی تخلیق اور چاند و سورج کی تسخیر

عبدالرحمٰن، شیخوپورہ

احادیثِ نبویہ

حضرتِ عمران بن حصین رضؓ کہتے ہیں اہلِ یمن نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صؐ ہم دینی مسائل سیکھنے کی غرض سے خدمتِ گرامی میں حاضر ہوئے تھے اور یہ بات دریافت کرنی چاہتے تھے کہ ابتدائے عالم کس طرح ہوئی۔ فرمایا خدا تعالیٰ سے پہلے کوئی چیز نہ تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا پھر اس نے آسمان و زمین پیدا کیا۔

۲- حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مخلوق خدا کو پیدا کرنے سے پہلے لکھ دیا تھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ چنانچہ یہ بات عرش پر اس کے پاس لکھی ہوئی موجود ہے

۳- اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کہتی ہیں حضورِ نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- فرشتے نُور سے اور جنّات دُخان (دھوآں) آلود آگ سے بنے ہیں اور آدم کی پیدائش اسی چیز سے ہوئی ہے (مٹی) جو تمھارے سامنے بیان کر دی گئی۔

۴ ابوذرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا۔ یا رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا۔ فرمایا ایسی جگہ تھا جس کی کیفیّت اور حال نہیں کی جاسکتی۔ نہ اس کے نیچے ہوَا تھی اور نہ اوپر، اور اس نے اپنا عرش پانی پر پیدا کیا۔

۵ حضرت عباس بن مطائع کہتے ہیں۔ ایک جماعت میں بطما مکّہ میں بیٹھا ہوَا تھا۔ حضورؐ بھی تشریف فرما تھے آپؐ نے پوچھا، تم جانتے ہو کہ زمین و آسمان کا درمیانی فاصلہ کس قدر ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ زمین و آسمان کا درمیانی فاصلہ ۷۱-۷۲-۷۳ سال کی مسافت کے برابر ہے اور پھر ساتوں آسمانوں کے ایک دوسرے کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ساتوں آسمانوں کے برابر ایک سمندر ہے جس کے بالائی اور زیریں سطح کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک، پھر اس کے اوپر پہاڑی بکروں کی شکل کے آٹھ فرشتے ہیں۔ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ پھر اس کے اوپر خدا ہی خدا ہے۔ خدا کا عرش تمام آسمانوں کو محیط ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ زمین سے آسمان کا فاصلہ پانچ سو برس کی راہ ہے۔ تمہارے اوپر ایک مضبُوط چھت ہے جو کہ آسمان کہلاتا ہے اور اس کی موج ہے جو اس کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے۔

تمھارے نیچے زمین ہے اور پھر دُوسری زمین ہے اور ان دونوں کے درمیان بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ اسی طرح سات زمینیں ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

تسخیرِ کائنات

تسخیر کائنات کا نظریہ سب سے پہلے قرآن مجید ہی پیش کیا۔ چاند پر انسان کا اُترنا نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ختمِ نبوّت اور قرآن مجید کی سچائی کی دلیل ہے۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کائنات یا چاند پر اُترنے کی کوششیں خدا کے اختیارات میں دخل اندازی ہے وہ غلطی پر ہیں، حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلّم کا معراج پر جسمانی طور پر جانا اس کی واضح دلیل ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو بھی آسمانوں کی بادشاہیاں دکھائی گئی تھیں، جس طرح بُت پرستی کی خرابیاں ہم نے ابراہیم علیہ السّلام پر ظاہر کی تھیں، اسی طرح علویات اور سفلیات کے نہایت محکم اور عجیب وغریب نظام ترکیبی کی گہرائیوں پر اس کو مطلع کر دیا تھا تاکہ ان کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کے وجود اور وحدانیت پر اور تمام زمینی و آسمانی مخلوقات کی عاجزی پر استدلال کر سکے اور وہ یقین کے اعلیٰ عہدہ پر سرفراز ہو۔

مسلمان اس اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جس نے سورج چاند اور ستاروں کو بنی آدم کے لیے مسخّر کر رکھا ہے اس عالمِ امکان کی لامحدُود نہایئوں سے پوری طرح باخبر ہیں۔ جہاں ایک ستارے کی روشنی کو دوسرے ستارے کی روشنی تک پہنچنے کے لیے سینکڑوں سالوں کا عرصہ درکار ہے لیکن اس کے باوجود کائنات کے کسی ایسے گوشے کا تصوّر نہیں کر سکتے جہاں سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نقشِ قدم موجود نہ ہوں۔

ہم چودہ صدیوں سے پڑھتے چلے آ رہے ہیں اور پاک ہے وہ ذات، جس نے اپنے بندے محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مسجدِ حرام سے مسجد اقصیٰ تک راتوں رات سیر کرائی اور اُسے اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلائیں" پ۱۵- سورۂ بنی اسرائیل سرورِ کائناتؐ کی جسمانی معراج ہمارا جزوِ ایمان ہے اور اس بے مثال سفر کے بارے میں آپ کی احادیث متفق علیہ ہیں۔ آپؐ نے چاند کو ایسی دنیا سے تشبیہہ دی جس پر قیامت برپا ہو چکی ہے بیسویں صدی کے ماہر فلکیات اور سائنسدان تسلیم کرتے ہیں کہ مریخ پر زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔

امریکی خلا بازوں کا آسمان پر اُترنا کوئی عجوبہ نہیں ہے۔ عرشِ الٰہی کی بلندیوں کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں۔ جنّات بھی رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تشریف آوری سے پہلے آسمانوں پر جایا کرتے تھے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ۝ وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۝

(پ ۱۴) سورۂ حجر آیت ۱۶-۱۷

ترجمہ:- اور ہم نے آسمان میں برج بنائے

اور اس کو دیکھنے والوں کی نظر میں مزیّن کیا اور اس کو ہم نے ہر شیطان سے محفوظ رکھا۔ مگر جو چوری سے سن بھاگا سو اس کے پیچھے چمکتا ہوا انگارہ چھوڑا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، اس کو علم کے ذریعہ ملائکہ پر شرف بخشا۔

فرشتے آسمان سے زمین پر نزول کرتے ہیں اور زمین سے آسمان کی طرف عروج کرتے ہیں۔ دُنیا میں اس اِنسان نے عجیب و غریب ایجادات کی ہیں۔ ریل، تار برقی، ٹیلی فون، ریڈیو، ٹیلیویژن وغیرہ وغیرہ، ان ایجادات نے معجزات کو سمجھنا آسان کر دیا ہے۔ اس عقل خداداد کو دیکھ کر خدا کی قدرت اور طاقت روشن ہوتی ہے۔ وہ بار بار قرآن پاک میں انسان کو توجہ دلاتا ہے کہ مناظر قدرت میں غور کرو!!!

تشنگان علومِ دینیہ کے لئے نویدِ مسرّت

ملک کی ممتاز دینی درسگاہ مدرسہ اشرف المدارس لائلپور میں گزشتہ سال سے دورۂ حدیث بھی شروع کیا جا چکا ہے اور مدرسہ میں بحیثیت شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ جلال الدین زید مجدھم سابق شیخ الحدیث مدرسہ خیر المدارس ملتان علم حدیث کی خدمت میں مشغول ہیں۔ لہٰذا طلباء دین سے گذارش ہے کہ مدرسہ اشرف المدارس لائلپور میں داخلہ لے کر استفادۂ علمی حاصل کریں۔ اس سال نیا داخلہ ۱۰ شوال المکرم ۱۳۸۹ھ سے لے کر ابتداءِ ذیقعدہ تک رہے گا اور تمام درجوں (حفظ، فارسی، عربی) کی تمام جماعتوں میں حسب نصاب وفاق المدارس العربیہ پاکستان داخلہ ہوگا۔

(ناظمِ تعلیمات مدرسہ اشرف المدارس محلہ نانک پورہ گلی ۶ لائلپور)

مدنی مسجد کمہار پورہ میں نمازِ عید الفطر

مرکزی جامع مدنی کمہار پورہ لاہور میں نماز عید الفطر مولانا قاری عبد الحی عابد ساڑھے ۹ بجے پڑھائیں گے۔ خواتین کے لئے پردہ کا انتظام ہوگا۔ (محمد سلیم عابد)

انتقالِ پُر ملال

حضرت الاستاذ قاری امیر علی صاحب ڈھوروی کافی عرصہ صاحب فراش رہ کر بعمر ۹۴ سال ۷ رمضان المبارک کو اس دار فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین کرام بلندی درجات کی دعا فرمائیں۔ (حافظ محمد شفیع)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

دین حق کی شرط اول ہے

آمنہ خانم عاصی

حدیث میں آتا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ سے اپنے والدین اور اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرے۔ یہی وجہ تھی کہ غلامانِ مصطفےٰ و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بے پناہ جذبہ موجود تھا۔ اس سے متعلق بہت سے واقعات کتابوں میں ملتے ہیں۔ یہاں چند جاں نثاروں کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے یہ حقیقت بے نقاب ہو جائے گی کہ شمع نبوت کے ان پروانوں نے اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے کس طرح حق محبت ادا کیا۔

۱۔ پیغمبر اسلام رسول مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم کعبہ میں حرم کعبہ میں توحید خالص کا اعلان فرمایا تو ہر طرف سے کفار ٹوٹ پڑے اور آپ کو انتہائی اذیت پہنچانے کے درپے ہو گئے۔ اتنے میں آپ کے ربیب اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند کے فرزند حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ آپ کی امداد و نصرت کے لئے دوڑتے ہوئے چلے آئے اور مآل سے بے خطر ہو کر آپ کو بچانا چاہا۔ لیکن ہر طرف سے ان پر تلواریں ٹوٹ پڑیں اور اپنے محبوب و مظلوم پیغمبر کی حفاظت کے لئے جام شہادت نوش فرماتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ تذکرۃ الصحابہ۔

(۲) غزوۂ احد میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے نرغہ میں پھنس گئے تو آپ نے فرمایا کہ کون ان کفار کی مدافعت کرتے ہوئے جنت کے عوض ہم پر جان نثار کرتا ہے۔ اس اعلان کے بعد انصار مدینہ کے سات جاں نثاروں نے باری باری اپنی جانیں فدا کر دیں۔

(۳) عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک جلیل القدر صحابی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبید اللہ، جنگِ احد میں دشمنوں کی تلواروں کو اپنے ہاتھوں پر روک کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو بچا لیا۔ یہاں تک کہ ان کا ہاتھ شل ہو گیا۔

(۴) حضرت خبیب کو جب سولی پر لٹکانے کا وقت آیا تو حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے بحالت کفر یہ پیش کش کی۔ کیا تجھے یہ پسند ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ہوں اور ہم ان کی گردن اڑا دیں اور تجھے چھوڑ دیں کہ تو اپنے گھر چلا جائے۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے رہا کر دو اور میں اپنے گھر چلا جاؤں اور اس کے صلہ میں حضور صلعم کو جہاں بھی آپ ہیں۔ ایک کانٹا بھی چبھے اور آپ کو تکلیف ہو۔

(۵) جنگ احد میں ستر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بڑی بے دردی سے شہید کئے گئے تھے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی تحقیق کرو کہ وہ زندہ ہے یا شہید ہو گیا ہے۔ تو ایک انصاری نے یہ کہتے ہوئے ذمہ اٹھایا کہ میں اس کی تحقیق کر کے مطلع کروں گا۔ چنانچہ وہ تحقیق کرتے کرتے سعد بن ربیع کے پاس جا پہنچے۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ زخموں سے نڈھال ہو گئے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے۔ فرمانے لگے بس آخرت کی تیاریوں میں ہوں۔ انصاری رضی اللہ عنہ بولے مجھے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے کہ تمہاری حالت سے آپ کو مطلع کروں انہوں نے فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام کہنا اور میری طرف سے قوم کو سلام دینا اور کہنا کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کہتا ہے اگر تم میں سے ایک متنفس بھی زندہ رہا اور تمہاری موجودگی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی گزند اور نقصان پہنچا تو عند اللہ تمہارا کوئی بھی عذر نہیں سنا جائے گا۔ اللہ اللہ یہ ہے ایک عاشق صادق کے عشق و محبت کی انتہا، کہ بدن زخموں سے چور چور ہے اور وہ موت و حیات کی کشمکش کے آخری لمحات میں مبتلا ہے۔ مگر اس حالت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت و عافیت کی کس قدر فکر ہے۔ اسی فلسفۂ محبت کا نقشہ مولانا ظفر علی خاں نے اپنے ان اشعار میں کھینچا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

حج اچھا، نماز اچھی، روزہ اچھا، زکواۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا

نہ جب تک کٹ مروں خواجۂ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

خداوند قدوس ہم سب مسلمانوں کو صحیح معنوں میں مسلمان اور سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بننے کی توفیق عنایت فرمائے آمین۔

ارشاد عالیہ

امام الاولیا شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

۱ جس طرح دنیا دار لوگ چاہتے ہیں کہ مرتے وقت بھی منہ میں دودھ یا شہد ڈالا جائے اسی طرح شریعت کہتی ہے کہ آخری دم لا اِلٰہ الا اللہ پڑھتے ہوئے نکلے۔ یہ چیز میں قرآن کریم کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے پیدا ہو جاتی ہے

۲۔ یاد رکھو یتیموں کا مال کھانا حرام ہے یہ تیجا یہ ساتا یہ چالیسواں، سب اسلام کے خلاف ہیں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۸۱-۲۴۴۸ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD ۹-۲-۶۷۶۹/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G۸۸۲/۴۰-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

قرآن عزیز

تحشیۂ جدیدہ

دیدہ زیب — رنگین

عکسی طباعت سے مزین۔

مرتبہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کم و بیش ایک لاکھ کے مصرف سے تین سال کی محنت شاقہ کے بعد چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔

ھدیہ

مجلد قسم اوّل	مجلد قسم دوم	مجلد قسم سوم
آفسٹ پیپر	کرنافلی سفید کاغذ	مکینیکل گلیز کاغذ
	۱۲/- روپے	۹/- روپے

محصولڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہوگا۔
فرمائش کے ساتھ کل رقم پیشگی آنا ضروری ہے۔
وی۔پی نہ بھیجا جائے گا۔
تاجرانہ رعایت کے لیے لکھیں۔

المعلن: ناظم شعبۂ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

قرآن مجید
سندھی ترجمہ

شیخ المشائخ قطب الاقطاب اعلیٰ حضرت مولانا وسیدنا تاج محمود امروٹی نوّر اللہ مرقدہٗ۔

رعایتی ہدیہ: فی جلد ۵/۵۰، ڈاک خرچ: ۱/۵۰
کل ۷/- روپے پیشگی بھیج کر طلب فرمائیں
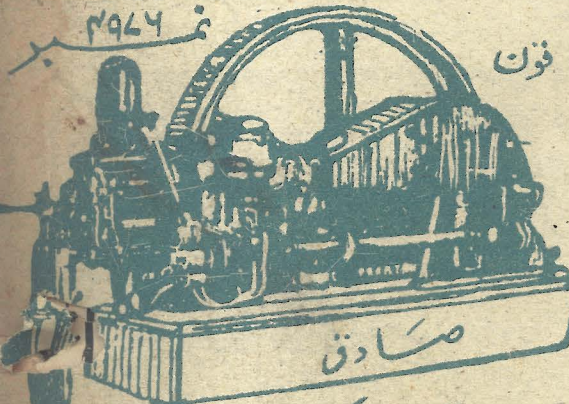
دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ، لاہور

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا